مدرسہ علمیہ امام محمد باقر علیہ السلام کا

ترجمان

نوائے علم

شمارہ ۱۴

مدیر رسالہ

حجۃ الاسلام سید مختار حسین جعفری

چیف ایڈیٹر

سید افتخار علی جعفری

اعلان داخلہ

بسمہ تعالیٰ

- خواتین کے لیے جامعہ فاطمیہ (س) حسین آباد گور سائی نالہ میں داخلے
- اس مدرسہ کاالحاق،المصطفےٰانٹر نیشنل یونیورسٹی قم ایران سے ہے
- یہاں سے دینی تعلیم کے ساتھ آرٹس میں بی۔اے۔اور ایم۔اے کی ڈگریاں دی جاتی ہیں ہائر سیکنڈری اور کالج وغیرہ سے بارہویں اور بی۔اے۔کی ڈگریاں دلوانے کی سہولت بھی دستیاب ہے۔
- فارسی اور عربی زبان میں مکمل مہارت پیدا کی جاتی ہے۔
- فقہ،اصول، منطق، فلسفہ،تاریخ،حدیث، تفسیر، صرف، نحو،اور تبلیغ کا طریقہ جیسے دینی موضوعات کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے۔
- تعلیم دینے والی خواتین تعلیم یافتہ اور تربیت اور دینی امور میں مہارت رکھنے والی ہیں۔
- تعلیمی نصاب وہی ہے جو المصطفےٰانٹر نیشنل یونیورسٹی قم کا ہے۔

داخلہ کے شرائط

داخلہ فارم بھرنا ہوگا جو المصطفےٰ یونیورسٹی برانچ انڈیا کی طرف سے ہوگا۔

داخلہ کے وقت امیدواروں کی عمر چودہ سال کم اور تیس سال سے زیادہ نہیں نہ ہو۔

داخلے کے وقت عہد کرنا ہوگا کہ امیدوار تعلیم کو درمیان سے نہیں چھوڑے گی۔

داخلے کے وقت عہد کرنا ہوگا کہ امیدوار تعلیم حاصل کر کے دین کی خدمت کرے گی۔

روزانہ دو گھنٹے کلاس میں شرکت لازمی ہوگی۔

سہولیات

مدرسہ کی طرف سے امیدوار کو کم قیمت پر کتابیں مہیّا کرائی جائیں گی۔

داخلے کے ایک ماہ بعد اختیار ہو گا، پاس ہونے کی صورت میں امیدوار کو ماہانہ شہریہ دیا جائے گا۔

مدرسہ کی تعمیر ہو جانے پر امیدوار کو ہوسٹل میں جگہ دی جائے گی۔

دنیاوی تعلیم کا انتظام ماہر لیکچرر یا ماہر پروفیسر کی نگرانی میں ہو گا۔

اپیل

اپنی بچیوں کو محض دنیاوی تعلیم میں الجھا کر اپنی اور ان کی عاقبت خراب نہ کریں بلکہ انھیں مدرسہ میں داخل کرائیں جہاں دنیا کے ساتھ آخرت کی بھلائی کا بھی انتظام ہے۔

۱۰ مئی ۲۰۱۲ سے پہلے پہلے داخلے لیے جائیں گے۔ آپ پہلی فرصت میں رجوع کریں۔

رابطہ نمبر: 9622321828

جاری کردہ

دفتر جامعہ فاطمیہ گورسائی نالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سہ ماہی

نوائے علم

مدیر رسالہ: حجۃ الاسلام الحاج سید مختار حسین جعفری

ایڈیٹر: سید افتخار علی جعفری

معاونین: سید انعام علی نقوی، سید عباس حسین جعفری، سید عابد حسین جعفری

:—ملنے کا پتہ—:

مدرسہ علمیہ امام محمد باقر حسین آباد گورسائی تحصیل مہنڈر

ضلع پونچھ جموں و کشمیر انڈیا۔ فون نمبر 09622321828-09419172332

• خاتم الانبیاء لائبریری، پونچھ • خاتم الانبیاء لائبریری منڈی

سالانہ زر اشتراک: ۵۰ روپے قیمت فی شمارہ: ۱۵ روپے

MADRASA -E- ALMIA IMAM MOHMMAD BAQIR (A_S) HUSSAINABAD

GURSAI NALLA TEH:MENDHAR DISTT: POONCH J&K PINCODE 185211

MOB:09419172332- 09622321828

AC,NOCD25J&KBANK, BRANCH GURSAI MENDHAR

فہرست مضامین

اداریہ

عقل کی روشنی میں چند باتیں طے کر کے بتایئے کہ ادار یہ

قرآنیات

درس تفسیر قرآن — استاد محسن قرآئتی

اعتقادات

حقوق اہلبیت اہل سنت کی تفسیروں — محمد یعقوب بشوی

شیعہ کون ہیں؟ — سید افتخار علی جعفری

فقہیات

احادیث میں کس اجتہاد کی مذمت ہے — حجۃالاسلام سید مختار حسین جعفری

سماجیات

اسلامی معاشرہ نہج البلاغہ کی نظر میں — مولانا حسین عباس ترابی

امام حسین کا انقلاب — سید عابد حسین جعفری

اقوال امام خمینی (رہ) — ادارہ

احادیث امام رضا علیہ السلام ادارہ

درسیات

آؤ قرآن سیکھیں — ترجمہ حجۃالاسلام سید مختار حسین جعفری

عقل کی روشنی میں چند باتیں طے کر کے بتائیے کہ :

١۔ نماز نہ پڑھنے کی کتنی وجہیں ہوسکتی ہیں :

١ ۔ کافر ہونا یعنی کوئی شخص خدا کو مانتا ہی نہیں تو پھر نماز کیوں پڑھے گا ؟ اس کے اپنے خیال میں تو نماز نام کی کوئی چیز اس کی زندگی میں جڑی ہی نہیں اور ایسا کوئی عمل اس پر واجب ہوا ہی نہیں تو پھر انجام دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ کی عقل کیا کہتی ہے اس شخص کے بارے میں کہ اس پر عذاب ہوگا یا نہیں ؟ جی ہاں ایسے شخص پر دوہرا عذاب ہوگا، ایک خدا کو نہ ماننے کا اور دوسرا نماز نہ پڑھنے کا جو خدا کا قطعی حکم ہے اور کسی بھی حالت میں معاف نہیں ہے۔

ب۔ نماز نہ پڑھنے کی دوسری وجہ ہوسکتی ہے، جہالت، غفلت، یا اہمیت نہ دینا، ان تینوں وجوہات یا ان کے علاوہ مزید کچھ وجوہات کی بنا پر اگر نماز نہیں پڑھی تو...... انسان کو چاہیے کہ جب تک زندہ ہے تدارک کرلے اور جو فضیلت ہاتھ سے نکل گئی ہے اس کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ عقل کوشش کرنے کا حکم دیتی ہے اور مایوسی سے باز رکھتی ہے۔ چونکہ مایوسی خدا کی رحمت واسعہ کے سلسلہ میں بدگمانی ہے جو کفر ہے۔

بہر کیف اگر انسان تدارک کرتا ہے اور توبہ واستغفار کرتا ہے اور خدا سے بخشش طلب کرتا ہے تو خدا اس کو معاف کر سکتا ہے اس لیے کہ توبہ کرنے والوں سے اس نے معافی کا وعدہ کیا ہے، اور یہ بھی کہا ہے، "ان اللہ یحب التوابین" بیشک اللہ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ توبہ کرنے سے عذاب سے چھٹکارہ مل سکتا ہے مگر نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے جو درجات اور فضیلت میں کمی پیدا ہوگئی ہے وہ پوری نہیں ہوسکتی۔ یہ تو ہے کہ جس طرح سے نماز پڑھنے سے درجات بلند ہوتے ہیں اور انسان کو معراج نصیب ہوئی ہے اس طرح نہ پڑھنے سے درجات پست ہوتے ہیں اور انسان اسفل سافلین، کی طرف گرتا ہے

خدا کو نہ مان کر نماز نہ پڑھنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن خدا کو مان کر نماز نہ پڑھنا سمجھ میں نہیں آتا۔ عقل اسے قبول نہیں کرتی کہ ایک شخص خدا کو بھی مانتا ہو اور نماز بھی نہ پڑھتا ہو۔

۲۔ نماز ایسی عبادت ہے جس کا دائرۂ عمل نہایت وسیع ہے اس کے ادا کا وقت ہے مگر اس کی قضا کا کوئی وقت نہیں۔ ہر وقت پڑھی جاسکتی ہے، تندرستی میں اس کے وقت کا معین ہونا ایک نظم وضبط حیات کی خاطر ہے ورنہ خالق ومالک کو سجدہ تو کسی وقت میں اور کسی بھی جہت میں ہو سکتا ہے۔

تندرستی میں اس کے شرائط ہیں مگر بیماری میں کوئی شرائط نہیں۔ اختیار کی صورت میں اس کی اچھی کیفیت کو اختیار کرنا چاہیے لیکن اضطرار کی صورت میں اگر نیت کر کے اشاروں سے ہی کام چلا لیا جائے تو پھر نماز کا ثواب مل جاتا ہے۔ دیکھیئے یہاں خدا انسان کے بلکہ اپنے نمازی کے اشاروں پر چلتا ہے، وہ کہتا ہے معبود! رکوع ہے تو رکوع کا ثواب ملتا ہے اور وہ اشارہ کرتا ہے پالنے والے یہ سجدہ ہے تو سجدہ کا ثواب دیتا ہے، یہ عبد ومعبود کے درمیان کا معاملہ ہے جو نماز کی قدر وقیمت کی نشاندہی کر رہا ہے ایسے میں عقل کیا کہتی ہے کہ نماز کو انسان کی زندگی میں ہونا چاہیے یا نہیں؟

۳۔ انسان کے نامہ اعمال میں اگر نماز نہ ہوئی تو کسی بھی عمل کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا جائے گا اور نہ کسی عمل کا ثواب عطا کیا جائے گا ایسے میں کیا آپ کی عقل آپ کو یہ دستور نہیں دیتی کہ نماز پڑھی جائے اور ایسی نماز پڑھی جائے جس میں بظاہر کوئی کمی نہ ہو یعنی جس لباس میں پڑھ رہا ہو اور جس جگہ پڑھ رہا ہو وہ غصبی نہ ہو۔ نماز کے لیے جس پانی سے وضو کیا ہے وہ غصبی نہ ہو اور غصبی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز یا جگہ نہ کسی سے چھنی ہوئی ہو اور نہ غیر مخمس مال سے حاصل کی گئی ہو تو اس سے واضح ہو گیا کہ جو شخص خمس نہیں دیتا اس کی نماز باطل ہے تو کیا نماز کو باطل ہونے سے بچانے کے لیے خمس نکالنا ضروری نہیں ہے؟۔

٤۔ بعض لوگ حج کرتے ہیں، قربانی دیتے ہیں نیاز ونذر کرواتے ہیں، قرآن خوانی کی بزم منعقد کرتے ہیں، مجالس عزاء میں حصّہ لیتے ہیں مساجد اور مدارس ومکاتب میں چندہ دیتے ہیں، صدقہ وخیرات بھی دیتے ہیں غریبوں کی پرورش بھی کرتے ہیں یتیموں کو بھی سہارا دیتے ہیں مکاتب میں بھی مدد کرتے ہیں اور مولویوں کی خبر گیری کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ سب کام کرتے ہیں لیکن بدقسمتی سے خمس نہیں ادا کرتے جس کے نتیجہ میں ان کے کسی عمل کے قبول ہونے کی ضمانت نہیں ہے۔ کیا ان کی عقل یہ نہیں کہتی کہ پہلے انھیں خمس ادا کرنا چاہیے تاکہ نماز سمیت ان کے دیگر اعمال بھی قبول ہو سکیں۔

☆☆☆

درس تفسیر قرآن

از تفسیر نور

تالیف: آقای محسن قرآئتی

ترجمہ: افتخار علی جعفری

) گزشتہ سے پیوستہ (

اہدِناالصرِطاالمستقِیم

ترجمہ: خدایاہمیں سیدھے راستہ پر قائم رکھ۔

نکات:

قرآن مجید میں دوطرح کی ہدایتیں بیان ہوئی ہیں:

الف: ہدایت تکوینی، جیسے شہد کی مکھی کی ہدایت کہ وہ کیسے پھولوں سے رس چوسے اوراس سے شہد بنائے ؟اور کیسے اس کو ذخیرہ کرنے کے لیے چھتّا بنائے ؟۔ یاپرندوں کی ہدایت کہ وہ سردیوں میں گرم علاقوں میں چلے جائیں اور گرمیوں میں ٹھنڈے علاقوں میں ہجرت کریں۔ قرآن کریم جہاں ارشاد فرمارہاہے " ربناالذی اعطی کل شیءخلقہ ثم ہدیٰ" (طہ، ۵۰) کہ ہمارا پروردگاروہ ہے جس نے ہر چیز کولباس خلقت پہنایااس کے بعد ہدایت کی" ،اس ہدایت سے مراد یہی ہدایت تکوینی ہے۔

ب: ہدایت تشریعی: یعنی انبیاالہی،آسمانی کتب اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے ذریعے انسان کی ہدایت کرنااوراس تک شریعت پہنچانا۔

کلمہ " صراط" چالیس سے زیادہ مرتبہ قرآن کریم میں ذکر ہوا ہے۔ صحیح راستہ کا انتخاب انسان کی شخصیت کی علامت ہوا کرتا ہے۔

اس دنیا میں انسان کے سامنے دسیوں راستے پائے جاتے ہیں، جن میں سے سوائے ایک کے سب غلط اور نادرست ہیں جو انسان کو منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتے۔ جیسے:

* ذاتی اور نفسانی خواہشات کا راستہ یعنی اپنی من مانی اور ذاتی رائے پر چلے، جو دل چاہے وہ کرے۔

* لوگوں کی منشا اور مرضی کا راستہ یعنی انسان اپنی عقل سے کام نہ لے بلکہ جو لوگ کہیں اس کے مطابق عمل کرے۔

* شیطانی وسوسوں کا راستہ۔

* ظالموں اور طاغوتوں کا راستہ۔

* اپنے آباء واجداد کا راستہ۔

* خدا اور اولیاء خدا کا راستہ۔

عقل و شعور رکھنے والا انسان ہمیشہ خدا اور اولیاء خدا کا راستہ انتخاب کرتا ہے جو دوسرے راستوں پر برتری رکھتا ہے:

الف: الٰہی راستہ دائمی اور ثابت ہے۔ لیکن دوسرے راستے متغیر ہیں جیسے اپنی یا لوگوں کی خواہشات یا طاغوت کی آراء ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں۔

ب: اللہ کا راستہ صرف ایک راستہ ہے جبکہ دوسرے راستے متعدد ہیں اس ایک راستہ کے انتخاب سے انسان دوسرے تمام راستوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے جبکہ دوسرے کسی ایک کے انتخاب سے باقی والوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

ج: الٰہی راستہ پر چل کر انسان اطمینان سے منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے جبکہ دوسرے راستوں میں ایسا نہیں ہے۔

* صراط مستقیم، اللہ کا راستہ ہے۔" انّ ربی علی صراط مستقیم" (ہود، ۵۶) بتحقیق میرا پروردگار صراط مستقیم پر ہے "

* صراط مستقیم، انبیاء کا راستہ ہے۔ "انک لمن المرسلین، علی صراط مستقیم" (یس، ۳، ٤) بیشک (اے حبیب) آپ مرسلین میں سے ہیں جو صراط مستقیم پر ہیں۔

* صراط مستقیم، خدا کی بندگی کا راستہ ہے۔ " وانِ اعبدونی ہذا صراط مستقیم" (یس ٦١) اور میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

* صراط مستقیم، خدا پر توکل اور بھروسہ کرنے کا راستہ ہے۔ " من یعتصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم" ۔(آل عمران، ١٠١) جو خدا پر بھروسہ کرے گا خدا اس کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرے گا۔

* صراط مستقیم، صرف اللہ کی عبادت اور اس سے مدد چاہنے کا راستہ ہے۔(اس بنا پر کہ الصراط میں الف اور لام نعبد و نستعین کی طرف اشارہ کرتے ہیں)۔

* صراط مستقیم، اللہ کی کتاب ہے۔(تفسیر مجمع البیان، ج ١، ٥٨(

صراط مستقیم، فطرت انسانی کا راستہ ہے۔(قول امام صادق علیہ السلام، تفسیر صفی، ج ١، ص ٨٦(

انسان کو چاہیے کہ صراط مستقیم کے انتخاب اور اس پر باقی رہنے کے لیے خدا سے مدد مانگے۔اس بلب کی طرح جو روشن رہنے کے لیے ہر لحہ اپنی روشنائی کو پاور ہاوس (بجلی کے منبع) سے حاصل کرتا ہے۔" اہدنا الصراط المستقیم"۔

صراط مستقیم میں باقی رہنا ایسی دعا ہے جو نہ صرف ہر مسلمان اپنی نمازوں میں خدا سے کرتا ہے بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ معصومین بھی خداوند عالم سے صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے تھے۔

انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے تمام امور میں چاہے وہ روزگار کا انتخاب ہو، دوست کا انتخاب ہو یا بیوی کا، خداوند عالم سے راہ مستقیم کی درخواست کرے۔اس لیے کہ ممکن ہے کوئی فکری اور عقیدتی اعتبار سے صحیح عقیدہ اور فکر کا مالک ہو لیکن عملی اعتبار سے انحراف اور لغزش کا شکار ہو جائے یا بر عکس۔ لہذا ہر لحہ خداوند متعال سے راہ مستقیم کی ہدایت چاہنا ضروری ہے۔

صراط مستقیم کے مراتب اور مراحل ہیں حتی وہ لوگ جو راہ حق پر گامزن ہیں جیسے اولیاء خدا، ان کے لیے بھی راہ مستقیم پر باقی رہنے کے لیے اور نور ہدایت میں اضافہ ہونے کے لیے دعا کرنا ضروری ہے۔" والذین اہتدوا زاد ہم ہدی"۔

راہ مستقیم وہی راہ اعتدال ہے کہ جس کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: " الیمین والشمال مضلۃ والطریق الوسط ہی الجاد "(بحار الانوار، ج۷۸، ص ۳) دائیں اور بائیں گمراہی ہے اور درمیانی راستہ ہی راہ ہدایت ہے۔

صراط مستقیم یعنی درمیانہ اور حد اعتدال کا راستہ، ہر طرح کے افراط و تفریط سے پرہیز کا راستہ، چاہے عقیدتی اعتبار سے ہو یا عملی اعتبار سے۔ ایک عقائد میں اپنے عقیدہ سے خارج ہو جاتا ہے اور دوسرا عمل میں۔ ایک تمام کاموں کی خدا کی طرف نسبت دیتا ہے اور انسان کو اپنی سرنوشت اور تقدیر میں ایک گڑیا کے مانند تصور کرتا ہے، دوسرا خود کو سب کچھ اور خود مختار اور خدا کو بیکار سمجھتا ہے۔ ایک آسمانی رہبروں کو اپنے جیسا یا جادوگر اور مجنون قرار دیتا ہے اور دوسرا انہیں خدائی کے مقام پر لا کر کھڑا کرتا ہے۔ ایک آئمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کو بدعت قرار دیتا ہے اور دوسرا ہر درخت وپتھر سے متوسل ہوتا ہے اور ان کے ساتھ رسیاں باندھتا ہے۔ ایک اقتصاد کو اپنا سارا اہم و غم سمجھتا ہے اور دوسرا دنیا اور دنیوی امور کو کلی طور پر بے ارزش جانتا اور انہیں نظر انداز کرتا ہے۔

عمل میں بھی ایک بے جا غیرت دکھلاتا ہے اور بیوی کو قیدی بنا کر گھر میں بند کر دیتا ہے اور دوسرا اپنی بیوی کو حتی نیم عریاں ساتھ لے کر کوچہ و بازار میں گھماتا ہے۔ ایک حد سے زیادہ بخیلی کرتا ہے(بیوی بچوں کو فقیروں کی طرح رکھتا ہے اور پیسہ کما کر بنکوں کے صندوق بھرتا ہے اس امید میں کہ وہاں دگنے تگنے ہو جائیں گے نتیجہ میں یا بنک والے اس کے سر پر ٹوپی پہنا کر سارا پیسہ لوٹ لے جاتے ہیں اور وہ دگنے تگنے کی انتظار میں پہلے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے یا خود ہی کفن پہن کر چلا جاتا ہے اور اولاد کو آپس میں دست و گریباں ہونے کے لیے چھوڑ جاتا ہے)اور دوسرا حد سے زیادہ سخاوت کرتا اور بیوی بچوں کا حق بھی دوسروں پر لٹا دیتا ہے۔ ایک مخلوق سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور دوسرا حق کو بھی مخلوق پر فدا کر دیتا ہے۔

اس طرح کا تمام تر کردار اور رفتار، صراط مستقیم سے انحراف کا نتیجہ ہے۔ خداوند عالم نے دین اسلام کو صراط مستقیم بنا کر انسانوں کے لیے بھیجا ہے۔ قل اننی ہدانی ربی الی صراط مستقیم۔(انعام، ۱۶۱) روایات میں وارد ہوا ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے فرمایا: "صراط مستقیم ہم ہیں"۔(تفسیر نور الثقلین، ج ۱، ص ۲۰) صراط مستقیم کے عملی اور عینی نمونے، الہی نمائندے اور اولیا الہی ہیں۔ انہوں نے انسانی زندگی کے تمام مراحل منجملہ، کام کاج، سیر و تفریح، حصول علم، خوراک و پوشاک، انفاق و سخاوتمندی، صلح وصفا، رشتہ داروں سے مہر و محبت وغیرہ کے بارے میں سب کچھ فرمایا دیا اور ہمیں راہ اعتدال پر چلنے کی تاکید فرمائی۔ دلچسپ یہ کہ شیطان بھی اسی راستہ پر کمین میں بیٹھتا ہے(لاقعدن لہم صراطک المستقیم)(اعراف، ۱۶)۔ قرآن اور

روایات میں متعدد نمونے موجود ہیں کہ جن میں حد اعتدال پر باقی رہنے کی تاکید اور افراط و تفریط سے محفوظ رہنے کی سفارش کی ہے۔ چند موارد کی طرف یہاں اشارہ کرتے ہیں:

* کلوا واشربوا ولا تسرفوا" (اعراف، ۳۱) کھاو پیو لیکن اسراف نہیں کرو۔

* لا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط" (اسرائ، ۲۹) انفاق میں نہ اپنے ہاتھ کو گردن میں باندھ دو یعنی کنجوسی کرو اور نہ کلی طور پر ہاتھ کھول دو کہ محتاج ہو جاو۔

* الذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما"(فرقان، ٦٧) مومنین انفاق میں نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخیلی بلکہ میانہ روی سے کام لیتے ہیں۔

* لا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلک سبیلا"(اسرائ، ۱۱۰) نماز کو نہ زیادہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت کم آواز سے بلکہ معتدل آواز سے پڑھو۔

والدین کی نسبت احسان کرو۔" وبالوالدین احسانا" (بقرہ، ۸۳) لیکن اگر انہوں نے خدا کی اطاعت سے روکا تو ان کی اطاعت ضروری نہیں ہے۔ ان جاھداک علی ان تشرک بی... فلا تطعھما۔ (لقمان، ۱۵(

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی رسالت ہمہ گیر اور عالمی تھی، دوسروں کو بھی دعوت دیتے تھے اور اپنوں کو بھی" وکان یامر اہلہ بالصلاۃ (مریم، ۵۱)۔

اسلام نماز کی سفارش کرتا ہے کہ جو اللہ کے ساتھ رابطہ کا ذریعہ ہے؛" اقیموا الصلاۃ" اور زکات کی بھی تلقین کرتا ہے کہ جو لوگوں کے ساتھ رابطہ کا ذریعہ ہے۔ اتوا الزکاۃ (بقرہ ۴۳)۔

نہ محبتیں تمہیں حق کی گواہی دینے سے منحرف نہ کریں" شھداء للہ ولو علی انفسکم" (نسائ، ۱۳۵) اور نہ دشمنیاں تمہیں عدالت کے راستے سے دور کریں؛ ولا یجرمنکم شنئان قوم"(مائدہ، ۸(

مومنین کے اندر قوت دافعہ بھی ہونی چاہیے" اشدا علی الکفار" اور قوت جاذبہ بھی" رحماء بینھم (فتح، ۹(

مومن کے لیے ایمان اور یقین قلبی بھی ضروری ہے "امنوا" اور عمل صالح بھی۔ عملوا الصالحات (بقرہ، ۲۵ (

کامیابی کے لیے دعااور خدا سے مناجات بھی ضروری ہے؛ربنا افرغ علینا صبرا،(بقرہ ۲۵۰) ۔اور مشکلات میں صبر اور حوصلہ بھی؛عشرون صابرون یغلبوا ئتین۔(انفال،٦٥) شب عاشور کو امام حسین علیہ السلام مناجات بھی کر رہے تھے اور تلواریں بھی تیز کر رہے تھے۔

روز عرفہ اور عید قربان کی شب خانہ کعبہ کا زائر دعا کرتا ہے اور عید کے دن قربان گاہ میں خون کو بھی دیکھتا ہے۔

اسلام مالکیت کو قبول کرتا ہے "الناس مسلطون علی اموالھم" (بحار،ج ۲ص ۲۷۲) لیکن دوسرے کے مال کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا۔" لاضرر ولاضِرار" (کافی،ج٥،ص۲۸(

جی ہاں۔اسلام یکطرفہ دین نہیں ہے کہ جو ایک طرف اور ایک پہلو کی طرف توجہ کرے اور دوسرے جوانب کو نظر انداز کر دے بلکہ ہر کام میں حد وسط،اعتدال،میانہ روی اور صراط مستقیم کو اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔

پیغامات

۱ : تمام کائنات اس راستے پر حرکت کر رہی ہے جس کا خداوند عالم نے ارادہ کیا ہے۔خدایا ہمیں بھی اسی راستے پر چلا جسے تو دوست رکھتا ہے۔"اہدنا الصراط المستقیم"

۲ : اللہ کی عبادت کرنے والوں کی اہم ترین درخواست صراط مستقیم کی ہدایت ہے۔"ایاک نعبد... اہدنا الصراط المستقیم"

۳ : صراط مستقیم کے حصول کے لیے دعا کرنا ضروری ہے۔"اہدنا الصراط المستقیم."

٤ : سب سے پہلے تعریف،پھر استعانت اس کے بعد دعا ہے۔"الحمد للہ... اہدنا"

٥ : خدا سے استعانت اور طلب کمک کا بہترین نمونہ صراط مستقیم کی درخواست ہے۔"ایاک نستعین اہدنا اہدنا الصراط المستقیم"۔

امام حسین علیہ السلام کافرمان ہے ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں اگروہ کسی میں نہ ہوں تواس میں بہت نیک صفات نہیں ہوں گے ۱۔ عقل۔ ۲۔دین۔ ۳۔ادب۔ ٤ خواہش۔ ٥۔حیااور حسن خلق۔

مودت اہلبیت (ع) عبداللہ بن مسعود کی روایت میں

ترجمہ: حجۃ الاسلام سید مختار حسین جعفری

گذشتہ سے پیوستہ:

عاصم بن ابی النجود نے زرّ سے انھوں نے عبداللہ بن مسعود سے روایت نقل کی ہے کہ ابن مسعود نے بیان کیا ہے کہ ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر طے کررہے تھے کہ اعرابی نے اونچی آواز سے کہا،اے محمد! پیغمبر (ص) نے فرمایا" کیا کہتے ہو؟" اس نے کہا" اے محمد! ایک شخص ایک قوم کو پسند کرتا ہے لیکن اس قوم کی طرح عمل نہیں کرتا آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ (ص) نے فرمایا: انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے "اس نے عرض کی: اے محمد! آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟! آپ (ص) نے فرمایا گواہی دیں کی،اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اور نماز قائم کریں،زکات ادا کریں،ماہ رمضان میں روزہ رکھیں اور خانہ خدا کا حج بجالائیں۔

اس نے عرض کی، " آیا آپ ان چیزوں کے مقابلے میں اجرت چاہتے ہیں؟ آپ (ص) نے فرمایا اہلبیت (ع) کی مودت کے علاوہ مجھے کوئی اجرت نہیں چاہیے۔

اعرابی نے پوچھا میرے اہلبیت کی یا اپنے اہلبیت کی؟

آنحضور (ص) نے فرمایا، " مجھے اپنے اہلبیت کی محبت اور مودت چاہیے یہ سن کر اعرابی بولا، " اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تا کہ میں بیعت کروں چونکہ ایسے شخص کی زندگی میں کوئی اچھائی نہیں ہے کہ جو آپ کو چاہتا ہو مگر آپ (ص) کے قرابتداروں کو نہ چاہتا ہو (حواشی شواہد التنزیل ج ۲ ص ۱۳۱) ۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عصر پیغمبر (ص) میں لوگ باقاعدہ طور پر یہ سوچتے تھے کہ پیغمبر (ص) اپنی رسالت کی تبلیغ کے عوض میں اجرت چاہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ لوگ حضرت (ص) سے پوچھا کرتے تھے اور آنحضرت (ص) بھی فرمایا کرتے تھے کہ آپ (ص) کو اپنے اہلبیت کی مودت کے سوا کوئی اجرت نہیں چاہیے۔

دلچسپ چیز یہ ہے کہ لوگ اس اجرت کی ادائیگی کے سلسلہ میں پیغمبر (ص) کے ہاتھ پر بیعت کیا کرتے تھے اور جو لوگ یہ اجرت ادا نہ کریں وہ خدا کے غضب اور اس کی لعنت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ چونکہ جب اعرابی نے ایسے لوگوں پر لعنت پڑھی تھی تو پیغمبر (ص) نے آمین کہی تھی۔

مودت اہلبیت (ص) کے بارے میں چھٹی روایت آیہ قل لا اسئلکم الخ کے ذیل میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جو الدر المنثور ج ۷ ص ۳۴۸ پر موجود ہے۔

اسی سلسلہ کی ساتویں روایت کو محب طبری متوفی ۶۹۴ ق نے خود رسول خدا (ص) سے نقل کیا ہے کہ خداوند عالم نے میرا اجر تمہارے ذمہ میرے اہلبیت (ع) کی مودت کی صورت میں رکھا ہے (ذخائر العقبیٰ ص ۲۵)۔

ایک روایت کے مطابق یہ حدیث " قفوھم انھم مسئولون " کے تحت بعض دانشمندان اہل سنت کے توسط سے نقل ہوئی ہے۔ جس سے مذکورہ امر کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن حجر ھیمی متوفی ۹۷۴ ق نے اس آیت کو ولایت اہلبیت (ع) کے بارے میں قرار دیا ہے (الصواعق المحرقہ ص ۱۴۹)۔

اسی طرح اہلسنت کے دیگر علماء نے بھی اس آیت کو اہلبیت (ع) کے بارے میں قرار دیا ہے اور قیامت کے دن محبت اہلبیت کے بارے میں سوال کیے جانے کو یاد دلایا ہے۔ جن میں سمہودی متوفی ۹۱۱ ق بحولہ جواہر العقدین ص ۲۵۲ اور قندوزی متوفی ۱۲۹٤ ق بحولہ ینابیع المودت باب ۳۷ ص ۱۱۲ قابل ذکر ہیں۔

آٹھویں روایت مودت اہلبیت (ع) کے بارے میں

زمخشری متوفی ۵۲۸ ق آیہ مودت کے ذیل میں کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر (س) نے فرمایا"

- جو شخص محبت آل محمد (ع) پر مر جائے وہ شہیدوں کی موت مرتا ہے۔
- جو شخص محبت آل محمد (ع) کے ساتھ دنیا سے جائے وہ بخشا ہوا جاتا ہے۔
- جو شخص محبت آل محمد (ع) پر مرے وہ تائب مرتا ہے۔
- آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص محبت آل محمد (ع) پر مرے وہ مومن اور کامل الایمان مرتا ہے
- آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص محبت آل محمد (ع) پر مرے پہلے ملک الموت اور اس کے بعد منکر و نکیر اس کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔
- آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص محبت آل محمد (ع) پر مرے وہ اس شان سے جنت میں جاتا ہے کہ جس شان سے دلہن اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے۔
- آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص محبت آل محمد (ع) پر مرتا ہے اس کی قبر سے دو دروازے جنت کی طرف کھول دیے جاتے ہیں۔
- آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص محبت آل محمد (ع) پر مرتا ہے خداوند متعال اس کی قبر کو رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بنا دیتا ہے۔
- آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص محبت آل محمد (ع) پر مرے وہ سنت اور جماعت پر مرتا ہے۔

- آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص بغض آل محمد (ع) پر مرے وہ قیامت کے میدان میں اس حالت میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا کہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے"۔

- آگاہ ہو جاؤ کہ آل محمد (ع) کی دشمنی پر مرے وہ کافر ہوتا ہے۔

- آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص بغض آل محمد (ع) پر مرے وہ جنت کی بو نہیں پائے گا۔

)الکشاف ج ۳ ص ٤۰۳) ۔

زمخشری نے اس روایت کو سند کے بغیر نقل کیا ہے لیکن ثعلبی متولد ٤۲۷ ق نے اس کو سند متصل کے ساتھ جریر ابن عبداللہ بجلی سے رسول خدا (ص) سے نقل کیا ہے (الکشف والبیان ج ۸ ٤ ۳۱ (

اہلسنت کے ایک مشہور مفسر قرطبیؒ متوفی ٤۷۱ ق نے ایک جملے کا اضافہ کیا ہے کہ پیغمبر (ص) نے بھی فرمایا کہ "من مات علی بغض آل بیتی فلا نصیب لہ فی شفاعتی" (الجامع الاحکام القرآن۔ج ۱٦ ص ۲۳) جو شخص میرے اہلبیت کی دشمنی کے ساتھ دنیا سے جائے میری شفاعت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہو گا۔

فخر رازی نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے زمخشری کی بات کی تائید کرنے کے بعد اس نے تین دلیلیں، تفسیری، تواتر روائی اور فقہی تائید کے طور پر ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔

۱۔ اہلبیت (ع) قربی کے سب سے بہترین مصداق ہیں۔

۲۔ فاطمہ حسن اور حسین پیغمبر (ص) کے نزدیک سب سے محبوب افراد میں سے تھے۔

۳۔ آل محمد، نماز کی تشہد اللھم صل علی محمد وآل محمد میں قرین ہیں یہ منصب صرف ان سے مخصوص ہے۔اس کے بعد انھوں نے امام شافعی کے مشہور اشعار پیش کیے ہیں۔

یارا کباً قف بالمحصب من منی واھتف بساکن خیفھا الناھض سحرا

اذا فاض الحجیج الی منی۔۔۔ فیما کما نظم الفرات الفائض

ان کان رفضاً حب آل محمد فلیشہد الثقلان انی رافضی

اے سوار مزدلفہ میں رک اور جب حجاج کرام منیٰ کی جانب ایک دوسرے کے کندھے کے ساتھ کاندھا ملا کر کوچ کریں یا وہ حاجی جو مسجد خیف میں ٹھہرتے ہوں اور صبح کو کوچ کرنے والے ہوں، ان سب کے سامنے یہ سب اعلان کردو کہ اگر محبت آل محمد علیہم السلام رفض ہے تو دونوں عالم گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں (تفسیر فخر رازی ج ۲۷ ص ۱۶۷ (

حَسَنَۃ، سے کیا مراد ہے ؟"

خداوند متعال نے آیت کے آخری حصہ میں ارشاد فرمایا ہے،" ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسناً انّ اللہ غفور شکور

رب کریم نے امت کو حکم دیا کہ اہلبیت (ع) سے محبت کریں اور اس کے بعد ان کی دوستی کو حسنہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو حسنہ کمائے گا ہم اس میں اس کے لیے اضافہ کردیں گے۔

یہ وہی سود ہے کہ جس کی طرف آیہ ٔ قل ما سألتکم من اجر فھو لکم (سورہٗ سبا آیت ۴۷) یعنی اہلبیت (ع) سے دوستی کا فائدہ صد در صد امت کو ہوتا ہے اور وہ بھی سود کے ساتھ۔

امام حسن مجتبیٰ (ع) سے بحوالہ المستدرک ج ۳ ص ۱۷۳ ، ابن عباس سے بحوالہ الدر المنشور ج ۷ ص ۳۴۸ اور سدی سے بحوالہ شواہد التنزیل ج ۲ ص ۱۴۹ ایک روایت نقل ہوئی ہے کہ کسب حسنہ سے مراد آل محمد (ع) کی محبت ہے اور خداوند عالم اہلبیت (ع) کی دوستی کے سبب ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور ان کے نیک کاموں کی قدردانی کرتا ہے (علی ماوردی النکث والعیون ج ۵ ص ۲۰۲)۔

یہ حسنہ انتہائی قیمتی ہے چنانچہ اہلسنت کے بعض دانشمندوں نے ایک دلچسپ روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر (ص) نے فرمایا۔ حب آل محمد یوماً خیر من عبادۃ سنۃ، آل محمد کی ایک دن کی دوستی ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے (الصواعق المحرقہ ص ۱۷ الفصول المھمۃ ص ۲۷)۔

یہاں پر اہلسنت کے مشہور مفسر زمخشری کا قول قابل توجہ ہے کہ بروایت سدی حسنہ سے مراد آل رسول اللہ کی مودت ہے۔

آیت کا ظاہری معنی عام ہے۔ جو تمام نیک کاموں کا شامل ہے لیکن چونکہ حسنہ کا ذکر مودت قربی کے بعد ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف مودت اہلبیت ہی حسنہ ہے گویا تمام نیکیاں اہلبیت (ع) کی دوستی کے بعد اور اس کے تابع ہیں

کچھ مزید شانِ نزول کے بارے میں تحقیق

بہت سارے مفسرین اہلسنت نے اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ اہلبیت اور اصحاب کساء کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور تمام شیعہ مفسرین و محدثین کا اجماع ہے کہ یہ حدیث ابن عباس سے صحیح ہے، انھوں نے مودت اہلبیت (ع) کو واجب قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں سیکڑوں روایتیں نقل کی ہیں (محمد بن یعقوب کلینی، کافی ج ۱ ص ۲۹۵ ، میزان ج ۱۸ ص ۶۰، ۷۰ ، مکارم شیرازی تفسیر نمونہ ج ۲ ص ۴۱۰ تفسیر فرقان ج ۲۶ ص ۱۷۶)۔

کیا آیۂ مودت منسوخ ہے؟

آیۂ مودت کے منسوخ ہو جانے کے قول کی نسبت بھی ابن عباس کی طرف دی گئی ہے کہ ابن عباس کے بقول یہ آیت بھی مکہ میں اس وقت نازل ہوئی کہ جب مشرکین رسول خدا (ص) کو اذیت پہونچاتے تھے، تب خدا نے آیت نازل فرما کر پیغمبر (ص) کو حکم دیا کہ مشرکین سے اپنے قرابتداروں کی مودت کا مطالبہ کریں۔

جب رسول خدا (ص) نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو خدا نے چاہا کہ اپنے حبیب کو دیگر انبیاء سے ملحق کرے لہذا فرمایا لا اسئلکم علیہ اجراً فھو لکم ان اجری الا علی اللہ یعنی خدا کی طرف سے ثواب اور کرامت آخرت میں میرے نصیب ہوں گے، جیسا کہ نوح نے کہا" ، ما اسئلکم علیہ من اجری ان اجری الا علی رب العالمین، ہود، صالح اور شعیب نے بھی ایسا ہی کہا تھا بنا برایں یہ آیت منسوخ ہے (الدار المنثور ص ۳۴۶، ۳۴۷)۔

"آیۂ مودت منسوخ نہیں ہوئی ہے"

۱ ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ابن عباس کی طرف منسوب یہ قول ان کی دیگر روایات سے جو سند اور دلالت کے اعتبار سے بہت قوی ہیں متعارض ہے۔ان کی دوسری روایات جیسا کہ بیان ہو چکا ہے رسول خدا(ص) کی طرف منسوب ہیں اس قول کے بر خلاف کہ جو خود ان کی طرف منسوب ہے اسی طرح یہ قول اہلبیت(ع) اور اصحاب کی دوسری روایات کے مقابلہ میں ہے لہذا یہ اعتبار سے ساقط ہے۔اس لیے کہ یہ اجتہاد نص کے مقابلہ میں ہے جو حجت نہیں ہے(المیزان ج ۱۲ ص ۳۸۰ ،التفسیر والمفسرون، محمد ہادی معرفت ج ۱ ص ۳۰۷(

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ بہت سارے علماء اہلسنت نے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے، جیسے ثعلبی متولد ۴۲۷ بغوی، متوفی ۵۱۶ ،ابن جوزی متوفی ۵۹۷ ق، قوجی متوفی ۹۵۱ق، شنقیطی متوفی ۱۳۹۳ ق، دھلوی، عمر الحاجی،اور قاضی ثناء اللہ وغیرہ،

" آیہ ٔمودت کے نسخ کے بارے میں بعض علمائے اہل سنت کے نظریات"

امام بغوی متوفی ۵۱۶ ق،آیت کے منسوخ ہونے پر مبنی قول پسندیدہ نہیں ہے اس لیے کہ پیغمبر وآل محمد(ص) کی مودت دین کے فرائض میں سے ہے(معالم التنزیل ج ۵ ص ۴۹(

احمد محمد الخضاجی متولد ۱۰۴۹ ق: حقیقت یہ ہے کہ ادلہ،اہل بیت(ع) کی دشمنی کے حرام ہونے اور ان کی محبت کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہیں(فضائل آل البیت فی المیزان الشریعۃ الاسلامیۃ ص ۱۵۱(

محمد قوجوی متوفی ۹۵۱ ،جو شخص یہ سوچتا ہے کہ آیہ ٔمودت، آیہ ٔ قل ما سالتکم من اجر فھو لکم(سبا ۴۷) کے ذریعے منسوخ ہو چکی ہے اس کا یہ سوچنا غلط ہے اس لیے کہ پیغمبر وآل پیغمبر(ص) کی دوستی اور محبت واجبات اور اصول دین میں سے ہے لہذا اس کے منسوخ ہو جانے کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا(حاشیہ محی الدین شیخ زادہ،ج ۷ ص ۴۲۲(

قاضی ثناء اللہ: قول نسخ کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ رسول خدا اور ان کے اقرباء کی مودت ایک محکم فریضہ ہے جس کے منسوخ ہونے کا احتمال بھی نہیں ہے، چنانچہ قاضی نے اس کے حوالے سے رسول خدا(ص) کی حدیث نقل کی ہے حضور نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک مجھ پر ایمان نہیں لا سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ،اس کے فرزند اور

تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ قرار پاؤں قاضی کا کہنا ہے کہ امت کا پیغمبر (ص) اوران کی آل کی دوستی پر اجماع ہے، لفظ قربٰی کی توضیح میں اس نے ابن عباس کی معروف حدیث نقل کی ہے اس سے مراد اصحاب کساء ہیں (تفسیر المظہری ج ۸ ص ۳۱۸ (

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے آیت کے منسوخ ہونے کا دعوٰی کیا ہے ان کی بات میں یکسانیت نہیں ہے مثلاً مقاتل بن سلیمان نے کہا" ،آیت مودت، آیۂ قل ماسالتکم من اجر فھو لکم (سبا۔ ۷٤) کے ذریعہ منسوخ ہوئی ہے (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۷٤۹) جب کہ کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ آیت کچھ دوسری آیات جیسے قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین (سبا۔ ۷٦) یا"وما تسئلھم علیہ اجرا ان ھوالاذکر للعالمین (یوسف ۱۰٤) یا"ام تسئلھم اجراً فھم من مغرم مثقلون" کے ذریعے منسوخ ہوئی ہے (الکشف والبیان، ج ۸ ص ۳۱٤)۔

ثعلبی متولد ٤۲۷ ق ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ یہ قول قوی ہی نہیں بلکہ پسندیدہ بھی نہیں ہے۔

آیۂ مودت میں " قربٰی" سے مراد تمام قریش نہیں ہیں

صحیح بخاری ج ٦ ص ۱٦۲ پر روایت ہے کہ جس میں ابن عباس کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ آیۂ مودت کا خطاب تمام قریش سے ہے چونکہ پیغمبر (ص) قریش کے ہر گروہ کے رشتہ دار تھے اور بعض مفسرین اہلسنت نے بھی بخاری کے اسی قول کو مانا ہے اور کہا کہ یہی صحیح ہے (فتح القدیر ج ٤ ص ٦٤۲ کتاب کے حاشیہ پر لیکن یہ بات چند دلیلوں کی بنا پر صحیح نہیں ہے۔

۱۔ آیت مدنی ہے اور اس کا خطاب مومنین سے ہے کفار قریش سے نہیں ہے چنانچہ اس آیت کے سیاق میں جو آیتیں ہیں وہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں (شوریٰ۔ ۲۲۔۲۳)۔

۲ ۔ پیغمبر (س) کے رشتہ داروں میں بہت سارے رشتہ دار نہ صرف یہ کہ ایمان نہیں لائے تھے بلکہ وہ آنحضرت (ص) کی اذیت کا سبب بھی بنے تھے۔ جیسے ابو لہب جو پیغمبر (ص) کا چچا تھا مگر پیغمبر (ص) کا سخت دشمن تھا بعض نے کہا ہے کہ وہ ہجرت کے آٹھویں سال تک زندہ تھا (لغت نامہ دھخداء ج ۳ ص ۷۹۰ (

اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ ابو لہب جیسے افراد کی محبت کو کیوں کر اجر رسالت قرار دیا جاسکتا ہے کیا یہ معقول ہے کہ رسول خدا (ص) کے دشمنوں کی محبت رسالت کی اجرت قرار پائے۔

۳۔ اجر طلب کرنے کا حق اس وقت بنتا ہے کہ جب اجر مانگنے والے نے کوئی کام کیا ہو اور وہ اس کے بدلے اجرت طلب کرے اس آیت میں بھی اگر پیغمبر (ص) نے قریش کی ہدایت کی ہوتی تو اجرت مانگ سکتے تھے لیکن جب کہ وہ کافر تھے اور پیغمبر (ص) کو جھٹلاتے تھے تو انھوں نے حضرت سے کچھ لیا ہی نہیں کہ وہ اس کی اجرت دیتے۔

٤۔ ان آیات کا خطاب مشرکوں سے ہو ہی نہیں سکتا اس لیے کہ یہ انتہائی قبیح ہے کہ حکیم ایسے شخص سے رسالت کی اجرت مانگے جو منکر رسالت ہے اجرت کا تعلق تو مومن اور معتقد سے ہوتا ہے۔

٥۔ یہ قول فریقین کی دوسری روایات کے خلاف ہے جنھوں نے دوستی کو اصحاب کساء میں منحصر جانا ہے اسی طرح ابن عباس کے دیگر اقوال کے بھی خلاف ہے۔

٦۔ یہ قول عکرمہ اور کچھ دوسرے دشمنان اہلبیت کا ہے (الدر المنشور ج ۷ ص ۳٤۷ جامعۃ البیان ج ۱۳ ص ٦٤)

۷۔ اس حدیث کے راوی محمد بن بشار اور محمد بن جعفر ہیں اور بعض علماء رجال اہل سنت نے ان دونوں کو ضعیف قرار دیا ہے محمد بن بشار کو یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے (تہذیب الکمال ج ۱٦ ص ۱۳٤) قواری بھی اس سے راضی نہیں تھا (تہذیب التہذیب، احمد بن حجر عسقلانی ۹ ص ۵۹) فلاس اس کی تکذیب کرتا تھا (میزان العتدال ج ۳ ص ٤۹۰) اسی طرح محمد بن جعفر المعروف بابغندر کو یحییٰ بن سعید نے ضعیف قرار دیا ہے (تہذیب الکمال ج ۱٤ ص ۱۷۵) اس بنا پر کہا جا سکتا ہے بلکہ طے ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور دوسری حدیث منجملہ خود ابن عباس کی دوسری احادیث کے ساتھ متعارض ہے۔

۸۔ قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ اس روایت میں پیغمبر (ص) کی طرف بالکل نسبت نہیں دی گئی ہے دوسرے اقوال کے برخلاف کہ جن میں خود آنحضرت (ص) نے مودت قربیٰ کے معنی بیان کیے ہیں اس حدیث کی سند میں بعض مشکوک افراد موجود ہیں لہذا ابن عباس کی طرف اس کی نسبت ثابت نہیں ہے اب جہاں خود پیغمبر (ص) آیت کے معنی بیان کر رہے ہیں وہاں دوسروں کی رائے نص کے مقابلے میں اجتہاد ہے۔

کیاآیت میں پیغمبر (ص) کی محبت مراد ہے ؟ یہ نہیں کہاجاسکتاکہ آیت میں پیغمبر (ص) کی محبت مراد ہے اس کی کئی وجہیں ہیں

۔

۱۔ اس نظریہ کی کوئی دلیل نہیں ہے صرف ابن زید نے اس کو پیش کیاہے جس کاکوئی علمی مقام نہیں ہے۔

۲۔ متعدد روایات میں کہ جو سند کے اعتبار سے معتبر اور صحیح ہیں مودة فی القربیٰ سے مراد اصحاب کساء کی دوستی ہے اب اتنی متواتر روایات کے ہوتے ہوئے یہ نظریہ نص کے مقابلے میں اجتہاد ہے۔جس کاکوئی اعتبار نہیں ہے۔

۳۔ یہ دعوی کہ مومنین پیغمبر (ص) کواپنے قرابتداروں کی طرح دوست رکھیں قرآن کے خلاف ہے اس لیے خداوند عالم فرماتاہے لاتجد قوماًیومنون باللہ والیوم الاخریوآدون من حادّاللہ ورسولہ ولوکانواآباٴھم وابناٴھم واخوانھم اوٴعشیرتھم (مجادلہ ۲۲)۔

٤۔ یہ نظریہ اسی آیت کے سراسر خلاف ہے اس لیے کہ قربیٰ مودت کاظرف ہے اور مطالبہ اس مودت کاکیاگیاہے جو قربیٰ کے سلسلہ میں ہواس بناپراس کاخود آنحضرت (ص) پراطلاق نہیں ہوتا۔

٥۔ کیاآیہٴ مودت میں مومن رشتہ داروں کی محبت مراد ہے ؟

یہ نظریہ بھی درست نہیں ہے اس لیے کہ گذشتہ وجوہات کے علاوہ اس کی چنداور وجہیں بھی ہیں۔

۱۔ یہ نظریہ کس نے پیش کیاہے اس کاکوئی اتہ پتہ نہیں ہے۔

۲۔ بنیادی طور پرصلہ رحم اور محبت میں فرق ہے ممکن ہے کوئی انسان سے محبت کرتاہواور اس سے اس کی کوئی رشتہ داری نہ ہواور یہ بھی ممکن ہے کس کو دوست نہ رکھتاہولیکن اسلامی دستور کے مطابق قرابت کی خاطر اس کے ساتھ صلہ رحم کرے،صلہ رحم اسلام کاایک حقوقی حکم ہے جس کادوستی اور محبت سے کوئی ربط نہیں ہے۔

۳۔ کیسے ممکن کہ انسان کافر رشتہ داروں سے محبت کرتاہواور اس دوستی کواجر رسالت قرار دے مومن کی محبت چاہے صلہ رحم کے ساتھ ہویانہ ہوتووہ اچھی ہے مومن رشتہ داروں کے درمیان ممکن ہے کافر بھی موجود ہوں ایسی صورت میں کفار کی دوستی کیوں کراجر رسالت بن سکتی ہے قرآن میں ارشاد ہے:۔ تمہیں ایسی قوم ہر گز نہیں ملے گی کہ جو خدااور آخرت کے دن کو

دوست رکھتی ہو اور اس کے باوجود ایسے لوگوں سے محبت رکھتی ہو جو خدا اور سول (ص) کے ساتھ جھگڑتے ہیں چاہے وہ باپ بیٹے بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں (مجادلہ ۲۲)۔

اس سے پتہ چلا کہ بے ایمان رشتہ داروں کو دشمن سمجھنا چاہیے اوران سے دوری اختیار کرنا چاہیے نہ یہ کہ ان کو دوست رکھے اوران کی دوستی کو اجر رسالت قرار دیں

۵۔ مودت سے مراد خدا کا قرب نہیں ہے (جامعۃ البیان ج ۱۳ ص ۲۵) ۔

آیہ مودت میں خدا کا قرب حاصل کرنے کی بات نہیں کہی گئی ہے اس لیے کہ۔

۱۔ یہ قول ان متعدد اور صحیح روایات کے ساتھ کہ جو سب کی سب قربٰی کی مودت سے مراد اصحاب کساء کی محبت کو جانتی ہے بطور اشکار ٹکراؤر کھتا ہے اسی طرح یہ ابن عباس کے دوسرے قول کے بھی بر خلاف ہے اور جب دو قول ٹکراتے ہیں تو جو ضعیف ہوتا ہے وہ گر جاتا ہے اس لیے کہ ان کا پہلا قول رسول خدا (ص) کی طرف منسوب ہے اور وہ اس کے راوی ہیں لیکن یہ قول پیغمبر (ص) سے کوئی نسبت نہیں رکھتا ہے۔

۲۔ بعض علائے حدیث ورجال اہلسنت نے کہا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے (احمد بن حجر عسقلانی، فتح الباری ج ۸ ص ۷٦۵)

۳۔ اطاعت اور عمل صالح دوستی کا نتیجہ ہے محبت نہیں اور یہ آیت کی صراحت کے خلاف ہے اس لیے کہ آیت کہتی ہے کہ میں تم سے رسالت کا اجر قربٰی محبت کے سوا کچھ نہیں چاہتا مودت قربٰی عمل واطاعت نہیں ہے محبت اہلبیت (ع) ہے دوسری طرف مشرکین بھی قرب خدا کے منکر نہیں ہیں جیسے قرآن ان کے بارے میں کہتا ہے"۔لا نعبد ھم الا لیقربون الی اللہ زلفی (زمر ۳)۔

٤۔ کیا آیہٴ مودت کا خطاب انصار سے ہے بعض نے کہا کہ چونکہ انصار نے کچھ مال پیغمبر (ص) کی خدمت میں پیش کیا تھا تاکہ وہ اسے اپنے ذاتی امور میں خرچ کریں تو آیت نازل ہوئی کہ مجھے تم سے میرے اقرباء کی مودت کے سوا کوئی اجر نہیں چاہیے انصار کے پیغمبر (ص) کے قرابتدار سلمہ کی طرف سے اور آپ کی مادر گرامی حضرت آمنہ کی طرف سے تھے (روح المعانی ج ۲۵ ص ٦۸) لیکن اس آیت میں خطاب انصار سے نہیں ہے اور یہ بات چند دلیلوں سے ثابت ہے۔

۱۔ جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ آیت کا خطاب جملہ مومنین سے روایات کے سیاق اور فریقین کی متعدد روایات سے حاصل ہوتا ہے بلکہ اس آیت کا خطاب بعض انصار کو کہ جو ایمان لا چکے تھے شامل ہوتا ہے۔

۲۔ یہ نظریہ فریقین کی ان متعدد روایات کے خلاف ہے جن میں آیا ہے کہ آیت اصحاب کساء کی شان میں نازل ہوئی ہے اس کے علاوہ یہ پیغمبر (ص) کی طرف بھی منسوب نہیں ہے۔

۳۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ قول انصار کے بارے میں ہے تب بھی قاعدۃ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المورد یہ قول انصار سے مخصوص نہیں ہوگا اور یہ ایک کلی قاعدہ ہے کہ رسول خدا (ص) نے کسی بھی اجر کا مطالبہ نہیں کیا ہے ان کا مطالبہ صرف قربیٰ کے ساتھ مودت کا تھا۔

٤۔ علامہ طباطبائی اس نظریہ کے جواب میں فرماتے ہیں انصار کی محبت اتنی شدید تھی کہ جس کے لیے کسی سفارش کی ضرورت نہیں تھی کیسے ممکن ہے کہ یہ آیت انصار کو مخاطب قرار دیتے ہوئے اس طرح کی سفارش کرے جب کہ انصار نے جب آنحضرت (ص) مکہ میں تھے تو تقاضا کیا تھا کہ حضور مدینہ تشریف فرما ہوں اور پھر مدینہ میں ہجرت کے بعد انصار نے آنحضرت کو مدینہ میں گھر دیا اور اپنے اموال اور نفوس کو آپ پر قربان کیا اور آپ کی نصرت میں انتہائی سخت محنت اور جاں فشانی کی حتی جو لوگ مکہ سے آن حضرت (ص) کے ہمراہ آئے تھے ان پر بھی بذل و بخشش کی والذین تبوؤا الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتو ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔ حضرت کے ساتھ جب انصار کی محبت اس قدر زیادہ ہے تو پھر اس کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا کہ خدا اپنے رسول کو یہ حکم دے وہ انصار سے آپ کے مادری رشتہ داروں کے ساتھ محبت رکھنے کا تقاضا کریں کہ جو دور کی رشتہ داری ہوتی ہے؟ عرب مادری رشتہ داروں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے یہ ہے عرب کا ایک شاعر ہے جو کہتا ہے:

بنونا بنو ابنائنا وبناتنا بنوھنّ ابناء الرجال الاباعد

ہمارے بیٹے ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں لیکن ہماری بیٹیوں کے بیٹے تو وہ دور کے مردوں کے بیٹے ہیں (المیزان ج ۱۸ ص ٦۲)

آیۂ مودت کے بارے میں بعض علماء اہلسنت کے اشکالات

۱ ۔ ابن تیمیہ متوفی ۷۴۸ ق کے اشکال علمائے اہلسنت میں سے جو شخص اہلبیت سے بہت تعصب رکھتا تھا وہ ابن تیمیہ تھا۔ وہ فضائل اہلبیت کو شدت کے ساتھ رد کرتا تھا اور ان کو جھوٹ اور جعلی سمجھتا تھا یہاں ہم اس آیت کے سلسلہ میں اس کے نظریہ کی نوک پلک دیکھیں گے۔

پہلا اشکال: ابن تیمیہ ابن عباس کی اس مشہور اور معروف حدیث کو کہ جس میں انھوں نے قربٰی سے مراد علی و فاطمہ اور ان کے دونوں فرزندوں کو لیا ہے سختی کے ساتھ رد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حدیث جھوٹ اور جعلی ہے اور ماہرین حدیث کا اتفاق ہے کہ ایسی کوئی حدیث حدیث کی کتابوں میں موجود نہیں ہے (منھاج السنۃ ج ٤ ص ۲۸) ۔

تحقیقی جواب:

۱ ۔ ابن تیمیہ کے دعوے کے بر خلاف یہ حدیث صحیح السند اور معتبر ہے اور شیعہ علماء اس کے صحیح ہونے پر متفق ہیں اور اہلسنت کے بھی بہت سارے محققین اور مفسرین نے ابن تیمیہ کی ولادت سے سینکڑوں برس پہلے تفسیر و حدیث کی کتابوں میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس کو معتبر روایت قرار دیا ہے بعض نے اس روایت سے اصحاب کساء کے حق میں استدلال بھی کیا ہے۔ جیسے امام احمد بن جبل متوفی ۲٤۱ ق (فضائل الصحابہ ج ۲ ص ٦٦۹ ابن ابی حاتم متوفی ۳٦۰ تفسیر القرآن العظیم ج ۱۰ ص ۳۲۷٦) ۔اہل سنت کے بزرگ محدث طبرانی متوفی ۳٦۰ ق (المعجم الکبیر ض ۳ ص ٤۷) امام واحدی متوفی ٤۷۸ ق (الوسیط فی تفسیر القرآن المجید ج ٤ ص ۵۲) ثعلبی متوفی ٤٦۷ ق (الکشف البیان ج ۸ ص ۳۱۰) حسکانی متوفی ٤۷۱ ق کہ جس نے آٹھ مختلف طریقوں سے اس حدیث کو نقل کیا ہے (شواہد التنزیل ج ۲ ص ۳۱۰ ابن نعازلی متوفی ٤۸۳ ق، مناقب ص ۳۰۹ زمخشری متوفی ۵۳۸ ق) (الکشاف ج ۳ ص ٤۰۲) ابن عطیہ اندلسی متوفی ۵۳٦ ق (المحرر الوجیز ج ۵ ص ۳٤) ابن جوزی متوفی ۵۹۷ ق (زاد المیر ج ۷ ص ۱۱۷ امام فخر رازی متوفی ٦۰٤ ق (تفسیر فخر رازی ج ۲۸ ص ۱٦۷) امام قرطبّی متوفی ٦۷۱ ق (الجامع الاحکام الفرقان ج ۱٦ ص ۲۲) امام نسفی متوفی ۷۱۰ ق (تفسیر نفسی ج ۳ ص ۲۵۳) اور نظام الدین نیشاپوری متوفی ۷۲۸ ق (مراتب القرآن ج ٦ ص ۷٤) ان میں سے بعض نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا ہے (محمد شافعی مطالب ص ۸ ، مجمع الزوائد، ج، ۷ ص، ۱۰۳) ۔

اسی طرح کچھ اور روایات کہ جن میں قربی سے اہلبیت(ع) کو مراد لیا گیا ہے بزرگان دین جیسے امام علی(ع) (روح المعانی) امام حسن(ع) (مستدرک) امام زین العابدین(ع)(جامع البیان) ابن عباس(تفسیر القرآن العظیم) جابر ابن عبداللہ انصاری(حلیۃ الدولہ) عبدالدین مسعود احواشی شوہد التنزیل ج، ۲، ص، ۱۳۱ سعید بن جبیر (الدار المنشور) عمرو بن شعیب(جامع البیان) اور سدی(شواہد التنزیل) سے نقل ہوئی ہیں اور سب کی سب ایک طرح سے تاکید کرتی ہیں کہ اہلبیت(ع) کی دوستی اجر رسالت ہے اور جابر و ابن مسعود کی نقل کے مطابق پیغمبر اکرم(ص) نے اس پر لوگوں سے بیعت لی تھی یہ روایتیں بھی فریقین کی کتابوں میں موجود ہیں اور ہماری تحقیق کے مطابق بعض کی سند بھی صحیح ہے بس حدیث کے جعلی ہونے اور روایت کی کتابوں میں اس کے ذکر نہ ہونے پر مبنی اہل معرفت کے اتفاق والا دعویٰ ایک کھوکھلے نعرے سے زیادہ اعتبار نہیں رکھتا۔

دوسرا اشکال :

ابن تیمیہ کہتا ہے کہ آیۂ مودت سورۂ شوریٰ میں ہے اور اہلسنت کا اتفاق ہے کہ یہ سورہ مکی ہے جب کہ علی(ع) نے مدینہ میں شادی کی تھی اور حس اور حسین مدینہ میں پیدا ہوئے تھے پس کس طرح پیغمبر(ص) نے قربی کی محبت کو اجر رسالت قرار دیا ہے اور اس کی تفسیر کی ہے جب کہ کوئی حسن و حسین کو نہیں پہچانتا اور وہ کہ بھی دنیا میں آئے بھی نہیں تھے۔

تحقیقی جواب:

بے شک یہ سورہ مکی ہے لیکن اس میں آیۂ مودت مدنی ہے اور مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

تیسرا اشکال:

ابن تیمیہ کہتا ہے کہ آیت کی تفسیر میں صحیحین میں ابن عباس کی روایت نقل ہوئی ہے کہ قربی سے مراد قریش ہیں۔

تحقیقی جواب:

۱ اس آیت میں شان نزول پر مبنی روایات کی باریکی سے تحقیق کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ابن عباس کی طرف پانچ قول منسوب کیے گئے ہیں ان پانچ اقوال میں سے صرف ایک قول رسول خدا پر منتہی ہوتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ قربی سے مراد علی

فاطمہ حسن اور حسین ہیں انہی کی دوستی اجر رسالت ہے باقی اقوال خود انہی کی طرف منسوب ہیں پہلی روایت چونکہ پیغمبر (ص) کی طرف منسوب ہے اس لیے دوسرے تمام اقوال پر مقدم ہے اور باقی اقوال اعتبار سے ساقط ہیں اسی طرح ابن عباس نے اس آیت کو مدنی قرار دیا ہے (فتح البیان ج، ٦، ص، ١٨١) لہذا تمام اقوال کو یکسر رد کیا جائے گا۔

٢۔ ابن عباس کی روایت صحیحین میں آئی ہے سعید بن جبیر نے قربٰی کی مودت کو آل محمد (ص) کے قرابت داروں کو دوست رکھنا قرار دیا ہے لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ قریش کی محبت کہ جن کے درمیان رسالت کے سخت ترین دشمن پائے جاتے ہیں اجر رسالت قرار پائے۔

٣۔ اس حدیث کے راویوں کے درمیان دو افراد کہ جن کے نام محمد بن بشار اور محمد بن جعفر ہیں۔ پائے جاتے ہیں جن کو اہلسنت کے بعض علمائے رجال نے ضعیف قرار دیا ہے (تہذب الکمال ج، ١٤ ، ص، ١٧) ۔

چوتھا اشکال:

ابن تیمیہ کہتا ہے کہ محور محبت آیت میں خدا نے فرمایا ہے الا المودۃ فی القربٰی جب کہ دوسرے مقامات جیسے آیہ خمس میں لذی القربٰی آیا ہے اور آیہ خمس میں بھی لذی القربٰی آیا ہے لیکن یہاں قربٰی یعنی مصدر کو ذکر کیا ہے اسم کو نہیں پس اس سے مراد ذی القربٰی نہیں ہے (گذشتہ حوالہ) ۔

تحقیقی جواب:

قربٰی کا لغت میں ذوی القربٰی پر بھی اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ ابن فارس متوفی ٣٩٥ ق لکھتا ہے القربۃ والقربٰی کا مطلب قرابت ہے (معجم المقاییس اللغۃ مادہ۔ ق، ر، ب (

زمخشری نے بھی کہا ہے قربٰی، زلفی، اور بشرٰی کی مانند مصدر ہے جو قرابت کے معنی میں ہے اور اس سے مراد اہل القربٰی ہیں (الکشاف ج، ٣ ص، ٤٠٢) ۔

ابن منظور متوفی ٧١١ ق لکھتا ہے کہ والقرابۃ والقربٰی قرابت وقربٰی کا مطلب نسبت اور رحم میں رشتہ داری اور قرابت ہے اور یہ اصل میں مصدر ہے (لسان العرب مادہ، ق، ر، ب) ۔

یہ لفظ قرآن مجید میں بھی ہر جگہ رشتہ داری کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس آیت میں اس سے مراد قربی کی مودت ہے اس لیے کہ ذوی القربی کی جگہ القربی کا استعمال قرابت میں مبالغہ کا اظہار ہے جو معنوی اعتبار سے پیغمبر (ص) کے ساتھ تعلقات کی شدت کا مظہر ہے۔

شیعہ کون ہیں؟

ماخوذ از کتاب شیعہ شناسی

ترجمہ: افتخار علی جعفری

)گزشتہ سے پیوستہ(

چھٹا امر

اہلبیت علیہم السلام کی رہبریت پر احادیث

اہلبیت علیہم السلام کی دینی رہبریت کے بارے میں بہت ساری روایات پائی جاتی ہیں جن میں سے بعض کی طرف ذیل میں اشارہ کرتے ہیں:

۱ : حدیث ثقلین

ترمذی جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل کرتے ہیں: حجۃالوداع بروز عرفہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو دیکھا کہ آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے اور خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو گراں قیمت چیزیں؛ کتاب خدا اور اپنے اہلبیت چھوڑ کر جارہا ہوں اگر ان دونوں سے متمسک رہو گے ہر گز گمراہ نہیں ہوگے۔

اس حدیث کے مضمون کو چونتیس اصحاب نے نقل کیا ہے اور علما اہلسنت میں سے ٢٦٦ افراد نے اپنی کتابوں میں اشارہ کیا ہے۔ (صحیح ترمذی، ج٥، ص ٦٢١)

۲ : حدیث " انامدینۃالعلم "

حاکم نیشاپوری مکمل سند کے ساتھ جابر سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں جو شخص شہر علم میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ دروازہ سے داخل ہو۔ (مستدرک حاکم، ج٣، ص ١٣٦)

اس حدیث کے مضمون کو صحابہ میں سے دس افراد نے تابعین میں سے پندرہ افراد اور علما اہلسنت میں سے دس افراد نے نقل کیا ہے۔

۳ : حدیث سفینہ

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس سے رو گردانی کرے گا غرق ہو جائے گا۔ (نہایہ ابن اثیر، مادہ زخ)

اس حدیث کو صحابہ میں سے ٨، تابعین میں سے ٧ اور علما اہلسنت میں سے ایک سو پچاس افراد نے نقل کیا ہے۔

٤ : حدیث امان

حاکم نیشاپوری ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: ستارے اہل زمین کے لیے غرق ہونے سے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کے لیے اختلاف سے امان ہیں اگر عرب کا کوئی قبیلہ میرے اہلبیت کی مخالفت کرے تو وہ خود پاش پاش ہو جائے گا اور گروہ شیطان میں شمار ہوگا۔(مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱٤۹(

اس حدیث کو علما اہلسنت کے کافی گروہوں نے نقل کیا ہے۔

۵ :حدیث: علی مع الحق

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: خدا رحمت کرے علی پر، خدایا جدھر علی جائیں حق کو ادھر موڑ دے۔

حاکم نیشاپوری ام سلمہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔(مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۳۵، و صحیح ترمذی، ج ۵، ص ۵۹۲(

اس حدیث کو صحابہ میں سے تیئیس افراد اور علما اہلسنت میں سے دس لوگوں نے نقل کیا ہے۔

وہ آیات اور روایات جو اہلبیت علیہم السلام کی شان میں ذکر ہوئی ہیں نہ صرف ان ذوات مقدسہ کے لیے فضیلت شمار ہوتی ہیں بلکہ دوسروں پر ان کی افضیلت اور برتری کو ثابت کرتی ہیں اور اہلسنت جیسے ابن تیمیہ کی نص کے مطابق امامت اس کا حق ہے جو امت میں سب سے زیادہ فضیلتوں کا مالک اور افضل ہو۔

ساتواں امر

اہل تشیع کی مدح میں حدیثیں

اہلسنت کی حدیثی کتابوں میں بہت ساری ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے اہلبیت علیہم السلام کے پیروکاروں کی شیعیان علی کے عنوان سے مدح وستائش کی ہے۔بعض روایات کی طرف ذیل میں اشارہ کرتے ہیں:

جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے حضور میں تھے کہ علی علیہ السلام وارد ہوئے پیغمبر اکرم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بیشک یہ علی اور ان کے شیعہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن کامیاب اور سعادتمند ہوں گے۔(مستدرک حاکم، ج۳، ص ٣٤(

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے مجھ سے فرمایا: تم اور تمہارے شیعہ جنت میں ہوں گے۔(در المنثور، ج ٦ ص ٥٨٩(

اس مضمون کو علما اہلسنت میں سے ١٣٤ افراد نے نقل کیا ہے کہ جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں: ابن عساکر، ابن حجر، ابن اثیر، طبرانی، ہیثمی، حام نیشابوری، سیوط، ابن حجر، بلاذری، طبری، خطیب بغدادی، علامہ مناوی، متقی ہندی۔ آلوسی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عاقل اس شخص سے گفتگو نہیں کرتا جس سے اسے اپنی تکذیب کا ڈر ہو اور اس چیز کے متعلق سوال نہیں کرتا جس کے انکار کا ڈر ہو اور اس شخص پر اعتماد نہیں کرتا جس کے دھوکا دینے سے خوف ہو اور اس چیز کی امید نہیں کرتا جس کی امید پر اسے اطمئنان نہ ہو۔

علی علیہ السلام سے محبت کے فوائد

ترجمہ: الف۔ع۔ جعفری

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے والد سے انہوں نے عبداللہ بن حسین المودب سے، انہوں نے احمد بن علی اصفہانی سے، انہوں نے محمد بن اسلم طوسی سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ ابورجاء نے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے نقل کیا ہے ان کا کہنا ہے:
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امیر المومنین علی علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا: آنحضرت نے ناراضگی کی حالت میں فرمایا: کچھ لوگ اللہ کے نزدیک علی کے مقام ومنزلت کے سلسلے میں پرس وجو کرتے ہیں ان کا اس عمل سے کیا مقصد ہے؟ علی کا مقام اللہ کے یہاں وہی مقام ہے جو میرا ہے۔

آگاہ ہو جاو! جس نے علی کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جو مجھے دوست رکھے گا اللہ اس سے راضی ہو جائے گا۔ اور جس شخص سے اللہ راضی ہو جائے جنت اس کی پاداش ہے۔

جان لو! جو شخص علی کو دوست رکھے وہ دنیا سے نہیں اٹھے گا مگر حوض کوثر سے پی لے اور درخت طوبی سے کھالے اور جنت میں اپنا گھر دیکھ لے۔

آگاہ ہو جاو! جو شخص علی کو دوست رکھیگا اللہ اس کی نمازیں اور روزے قبول کرلے گا اور اس کی دعائیں مستجاب ہوں گی۔

یاد رکھو! جو شخص علی کو دوست رکھے گا ملائکہ اس کیلئے مغفرت کریں گے اور بہشت کے آٹھ دروازے اس پر کھول دیئے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے گا بغیر حساب وکتاب کے داخل ہو جائیگا۔

آگاہ ہو جاو! جو شخص علی سے محبت کرے گا خدا اس کے نامہ اعمال کو اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا اور انبیا کے مانند اس کا حساب ہو گا۔

جان لو! جو علی سے محبت کرے گا خدا اس کی موت کے وقت کی مشکلات کو آسان کردے گا اور اس کی قبر کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنادے گا۔

آگاہ ہو جاو! جو شخص علی سے محبت کرے گا خداوند عالم اس کے بدن کی ہر رگ کی تعداد میں اسے حور العین عطا کرے گا اور اس کے رشتہ داروں میں سے اسی افراد کی نسبت اس کی شفاعت قبول کریگا۔ اور اس کے بدن پر اگنے والے ہر بال کی تعداد میں اسے حور اور جنت میں شہر دے گا۔

جان لو! جو شخص علی کو دوست رکھے گا خداوند عالم موت کے فرشتے کو روح قبض کرتے وقت اس شکل میں اس کے پاس بھیجے گا جس شکل میں وہ انبیا اور مرسلین کے پاس بھیجتا رہا ہے۔ اور منکر اور نکیر کے خوف کو اس کے دل سے ختم کر دے گا۔ اس کے چہرے کو سفید اور نورانی کر دے گا۔ اور اسے سید الشہدا جناب حمزہ کے ساتھ محشور کرے گا۔

جان لو! جو شخص علی سے محبت کرے گا خدا حکمت کو اس کے دل میں ذخیرہ کر دے گا اور صداقت اور صواب کو اس کی زبان پر جاری کر دے گا۔ اور اسے ہر خطا اور لغزش سے محفوظ رکھے گا اور اپنی رحمت کے دروازے اس پر کھول دے گا۔

آگاہ ہو جاو! جو شخص علی کو دوست رکھے گا زمین و آسمان میں "اللہ کا اسیر" کہلوائے گا۔

جان لو! جو شخص علی سے محبت کرے گا فرشتے آسمان پر یہ ندا دیں گے: " اے اللہ کے بندے اپنے عمل کو نئے سرے سے شروع کر کہ خداوند عالم نے تمہارے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیا ہے"۔

جان لو! جو شخص علی سے محبت کرے گا قیامت کے دن چودہویں کے چاند کی طرح نورانی وارد محشر ہو گا۔

جان لو! جو شخص علی کو دوست رکھے گا تاج اس کے سر پر رکھا جائے گا اور اسے باعزت لباس پہنایا جائے گا۔

جان لو! جو علی کو دوست رکھے گا بجلی کی طرح پل صراط سے گزر جائے گا۔

جان لو! جو علی سے محبت کرے گا آتش جہنم سے محفوظ رہے گا اور پل صراط سے گزرنے کا اجازت نامہ اسے مل جائے گا۔ اس کا کوئی حساب و کتاب نہیں ہو گا۔ اس کا نامہ عمل نہیں کھولا جائے گا اور اس کے اعمال کو تولا نہیں جائے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا: بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو جاو۔

جان لو! جو شخص علی سے محبت کرے گا فرشتے اس سے مصافحہ کریں گے اور انبیا الہی اس کی زیارت کریں گے اور خدا اس کی تمام آرزوں کو بھر لائے گا۔ جو شخص اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھے گا روز قیامت اعمال کے حساب وکتاب سے محفوظ اور پل صراط سے امان میں رہے گا۔

آگاہ ہو جاو! جو شخص اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت پر دنیا سے مرے گا میں جنت میں اس کے پیغمبروں کے ساتھ ہمنشینی کا ضامن رہوں گا۔

خبردار ہو جاو! جو شخص اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی پر مرے گا جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائے گا۔

ابو رجانے کہا: حماد بن زید اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر فخر کرتا تھا اور کہتا تھا: "محبت اہلبیت ہی اعمال کی قبولیت کا ذریعہ ہے"۔

)بحار الانوار، ض ۷ ص ۲۲۱ ح ۱۳۳(

اسلام معاشرہ نہج البلاغہ کی نظر میں

حجۃ الاسلام حسین عباس ترابی

حوزہ علمیہ قم

) گزشتہ سے پیوستہ (

مثالی معاشرے کے صفات

) ۸ (صبر :

ایک مثالی زندگی گزارنے کے لئے صبر کلیدی رول ادا کرتا ہے صبر کے بغیر انسان اپنی مادی اور معنوی خواہشات تک نہیں پہنچ سکتا ہے صبر بے شمار فضائل کا سرچشمہ ہے جس کے پاس صبر نہیں ہے وہ ہرگز کمال تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔امام علی صبر کو انسان کے سر سے تشبیہ دیتے ہیں لہذا جس طرح انسان کی زندگی کا تداوم سر کے بغیر ممکن نہیں ہے اسی طرح صبر کے بغیر ایمان کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

وَعَلَیْکُمْ بِالصَّبْرِ فَاِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الاِیْمَانِ کَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَلا خَیْرَ فِی جَسَدٍ لارَاْسَ مَعَہٗ وَلافِی اِیْمَانٍ لاصَبْرَ مَعَہٗ (۱ (

صبر اور شکیبائی اختیار کرو کہ صبر ایمان کے لئے ویسا ہی ہے جیسا بدن کے لئے سر اور ظاہر ہے کہ اس بدن میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں سر نہ ہو اور اس ایمان میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں صبر نہ ہو۔

امام علی کی نظر میں صابر کو دیر ہی میں سہی لیکن کامیابی ضرور حاصل ہوتی ہے۔آپ فرماتے ہیں :

لایَعْدِمُ الصَّبُوْرُ الظَّفَرَ وَاِنْ طَالَ بِہِ الزَّمَانِ (۲ (

صبر کرنے والا کامیابی سے محروم نہیں ہو سکتا ہے چاہے کتنا ہی زمانہ کیوں نہ لگ جائے اور اگر کوئی شخص صابر نہ ہو تو بے تابی اور جلد بازی اسے ہلاک کر دیتی ہے۔

مَنْ لَمْ یُنْجِہِ الصَّبْرُ اَہْلَکَہٗ الْجَزْعُ (۳ (

جسے صبر نجات نہیں دلا سکتا اسے بے قراری مار ڈالتی ہے

۹ (عزت نفس :

جس قوم اور معاشرہ میں عزت نفس نہ پائی جاتی ہو وہ اس دنیا میں ہرگز سر اٹھا کر اور افتخار کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی ہے۔ عزت نفس اور کرامت نفس وہ عظیم اور گراں بہا تحفہ اور ہدیہ ہے جو پروردگار عالم نے تمام انسانوں کو عطا فرمایا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :

لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ (٤ (

انسان اشرف المخلوقات ہے اور تمام انسانوں کے درمیان، مسلمان اور مسلمانوں کے درمیان مؤمن سب سے باعزت ہے۔
کیونکہ پروردگار عالم نے اسے اسلام اور ایمان کے ذریعہ عزت عطا فرمائی ہے (۵) جیسا کہ خود قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :

وَلِلّٰہِ العِزَّۃُ وَلِرَسُولِہِ وَلِلْمُؤمِنِینَ(٦ (

عزت نفس کے مقابلے میں توہین نفس اور ذلت نفس ہے یعنی اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے پست، حقیر، کمزور اور رسوا کرنا یہ انسان کے لئے جائز نہیں ہے خالق کائنات نے انسان کو اپنی ذات کے لئے ہر چیز کا اختیار دیا ہے لیکن اپنے آپ کو ذلیل کرنے کا اختیار نہیں دیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق ارشاد فرماتے ہیں :

اِنَّ اللّٰہَ تَبارَکَ وَتَعالٰی فَوَّضَ اِلٰی المُؤمِن کلِّ شَیئٍ اِلَّا اِذلالَ نَفْسِہِ (٧ (

خداوند تبارک وتعالی نے مؤمن کو ہر چیز کا اختیار دیا ہے سوائے اذلال نفس کے، لہذا کسی بھی حال میں مؤمن کو یہ اجازت نہیں دی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے اگر ذلیل ہونے کے سوا کوئی دوسرا چارہ نہ رہ جائے تو بھی ذلت اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

جیسا کہ حضرت امام حسین ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الدَّعِیَّ بنَ الدَّعِی قَدْ رَکَّزَنِی بَیْنَ اثْنَتَیْنِ بَیْنَ السِّلَّۃِ وَالذِّلَّۃِ ہَیْہاتَ مِنَّا الذِّلَّۃِ(٨ (

اس نابکار کے نابکار بیٹے نے مجھے دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے شمشیر اور ذلت کے دوراستوں پر اور ذلت ہم سے دور ہے۔

اس وقت اسلامی معاشرہ ذلت اور رسوائی سے دوچار ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم اسلام میں حقیقی اسلام کی ترویج نہیں کی گئی بلکہ ظاہری اسلام لوگوں کے پاس موجود ہے جو حقیقی اسلامی روح اور اقدار سے بالکل خالی ہے لہذا آج ہم مسلمانوں کی بیشتر مشکلات کا سبب عزت نفس کا نہ ہونا ہے اگر ایک معاشرہ میں عزت نفس نہ ہو تو اس کی دنیا و آخرت تباہ ہو جاتی ہے۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام نے ذلت نفس کے مختلف اسباب بیان کئے ہیں جیسا کہ حضرت علی فرماتے ہیں :

أَزْرَى بِنَفْسِهِ مَنِ اسْتَشْعَرَ الطَّمَعَ وَرَضِيَ بِالذُّلِّ مَنْ كَشَفَ عَنْ ضُرِّهِ وَهَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ مَنْ أَمَّرَ عَلَيْهَا(۹)

جس نے طمع کو شعار بنالیا اس نے اپنے نفس کو رسوا کر دیا اور جس نے اپنی پریشانی کا اظہار کر دیا وہ اپنی ذلت پر راضی ہو گیا اور جس نے نفس پر زبان کو حاکم بنا دیا اس نے نفس کو سبک تر بنا دیا

امیر المؤمنین کے مطابق تین چیزیں انسان کی عزت کو پامال کر دیتی ہیں امام نے یہ تین عوامل نمونے کے طور پر پیش کئے ہیں کیونکہ اکثر صاحبان عزت کی عزت ان ہی تین چیزوں کی وجہ سے لٹ جاتی ہے۔

اگر کسی معاشرہ میں عزت کا فقدان ہے اور وہ اس دنیا میں ذلت اور رسوائی کی زندگی گزار رہا ہے تو ان تینوں میں کسی ایک کی وجہ سے وہ ذلت کا شکار ہے

۱۰) امانت داری :

ایک مثالی معاشرہ کے لئے ضروری ہے کہ اس میں زندگی گزارنے والے لوگ ایک دوسرے کے مال میں امانت داری سے کام لیتے ہوں لیکن امانت داری فقط مال و ثروت ہی میں نہیں پائی جاتی بلکہ اسلام کی نظر میں امانت داری کا دائرہ بہت ہی وسیع ہے قرآن کریم اللہ کی امانت ہے تمام پیغمبر اللہ کی امانت ہیں آئمہ معصومین علیہم السلام اللہ کی امانت ہیں تمام مقام اور پوسٹ امانت ہیں بیت المال امانت ہے اگر ہم نے ان تمام امانتوں کا حق ادا کر دیا تو یقینی طور پر ہم اس وقت ایک مثالی معاشرہ کو تشکیل دینے کی راہ میں کچھ مدد کر سکیں گے۔

حضرت علی اپنے بحرین کے فرماندار سے فرماتے ہیں :

فَلَقَدْ أَحْسَنْتَ الوِلَايَةَ وَأَدَّيْتَ الأَمَانَةَ(۱۰)

تم نے حکومت کا کام بہت ٹھیک طریقے سے چلایا ہے اور امانت کو ادا کر دیا ہے۔

اور اپنے ایک دوسرے فرماندار کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

فَإِنِّي كُنْتُ قَدْ أَشْرَكْتُكَ فِي أَمَانَتِي(۱۱)

میں نے تم کواپنی امانت میں شریک کاربنایا تھا

ایک مثالی معاشرہ میں امانت کی اہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کے بغیر لوگوں کے اطمینان اور اعتماد کو باقی نہیں رکھا جاسکتا ہے کیونکہ جس معاشرہ میں لوگوں کاایک دوسرے پر اعتماد نہ ہو توایسا معاشرہ، اقتصاد، کاروبار اور آپسی لین دین میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔امانت داری میں صاحب امانت کانیک اور شریف ہوناضروری نہیں ہے بلکہ خیانت ہر ایک کے لئے ایک قبیح عمل ہے جیساکہ حضرت علی فرماتے ہیں :

کہ ہم نے پیامبرؐ کے آخری وقت ان سے یہ جملہ تین مرتبہ سنا :

یاأَباالحَسَنِ ! اَدِّالاَمانَۃَاِلٰی البرِّوَالفاجِر فیما قَلَّ وَجَلَّ حَتّٰی فی الخَیطِ وَالمِخیطِ(۱۲ (

اے ابوالحسن ! امانت کواس کے صاحب کی طرف پلٹادو چاہے صاحب امانت نیک ہو یابد،اور وہ امانت کم ہو یا زیادہ، اگرچہ دھاگا اور سوئی ہی کیوں نہ ہو۔

یہاں تک توہم نے مثالی زندگی گزارنے والے شخص اور مثالی معاشرہ تشکیل دینے والے افراد کی صفات کوذکر کیاہے اب ہمیں یہ دیکھناہوگا کہ وہ کون سی بری صفات ہے جن سے پاک ہوناایک مثالی معاشرہ کے لئے نہایت ضروری ہے جس طرح ایک مسافر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سفر کے دوران کام آنے والی تمام چیزوں کواپنے ساتھ رکھتاہو اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے سفر کے لئے کوئی رکاوٹ اور مانع بھی درپیش نہ ہو۔

لہذااب ہم بعض موانع کابہت ہی اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں :

۱ (حب دنیا :

اگر ہم آیات قرآنی اور روایات اہل بیت علیہم السلام کا مطالعہ کریں تو یہ بات ہمارے لئے بالکل واضح اور روشن ہو جاتی ہے کہ تمام مفاسد اور گناہوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے حقیقت یہ ہے کہ دنیاخود کے لئے خلق نہیں کی گئی ہے جیساکہ حضرت فرماتے ہیں :

اَلدُّنیاخُلِقَتْ لِغَیرِہاوَلَمْ تُخْلَقْ لِنَفْسِہا(۱۳ (

دنیادوسروں کے لئے پیداہوئی ہے اور اپنے لئے پیدا نہیں کی گئی ہے اسی طرح آپ دوسرے مقام پرارشاد فرماتے ہیں :

وَاُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا فَاِنَّهَا مَنْزِلُ قُلْعَةٍ(٤٠ (

میں تمھیں اس دنیا سے ہوشیار کر رہا ہوں کہ یہ کوچ کی جگہ ہے

اب سوال یہ ہے کہ پھر دنیا کی خلقت کا ہدف کیا ہے اور دنیا کس مقصد کے تحت خلق کی گئی ہے حضرت علی کی نگاہ میں دنیا کا ہدف یہ ہے کہ انسان یہاں پر رہ کر آخرت کے لئے زاد راہ فراہم کرے۔ آپ فرماتے ہیں :

أَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّمَا الدُّنْيَا دَارُ مَجَازٍ وَالآخِرَةُ دَارُ قَرَارٍ فَخُذُوا مِنْ مَمَرِّكُمْ لِمَقَرِّكُمْ(١٤ (

لوگوں! یہ دنیا ایک گزر گاہ ہے قرار کی منزل آخرت ہی ہے لہذا اس گزر گاہ سے وہاں کا سامان لے کر آگے بڑھو اسی طرح حضرت علی اپنے فرزند حضرت امام حسن کو نامے میں تحریر فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ اَنَّكَ اِنَّمَا خُلِقْتَ لِلآخِرَةِ لاَ لِلدُّنْيَا وَلِلْفَنَاءِ لاَ لِلْبَقَاءِ وَلِلْمَوْتِ لاَ لِلْحَيَاةِ وَاِنَّكَ فِي قُلْعَةٍ وَدَارِ بُلْغَةٍ وَطَرِيقٍ اِلَى الآخِرَةِ(١٥ (

فرزند! یاد رکھو تمھیں آخرت کے لئے خلق کیا گیا ہے دنیا کے لئے نہیں، اور فنا کے لئے بنایا گیا ہے دنیا میں باقی رہنے کے لئے نہیں، تمہاری تخلیق موت کے لئے ہوئی ہے زندگی کے لئے نہیں اور تم اس گھر میں ہو جہاں سے بہر حال اکھڑنا ہے اور صرف بقدر ضرورت سامان فراہم کرنا ہے۔

لہذا ایک مثالی معاشرے کے لوگوں کا یہ فرض ہے کہ وہ دنیا کو ایک وسیلے کی حیثیت سے نگاہ کریں اور دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے توشہ اور زاد راہ فراہم کریں۔

٢ (عجب اور خود خواہی :

اخلاق اسلامی میں عجب اور خود خواہی کا شمار ایک خطرناک بیماری کے طور پر ہوتا ہے لہذا ایک مثالی معاشرہ کو اس بیماری سے پاک ہونا ضروری ہے مرحوم مجلسی رحمۃ اللہ علیہ عجب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

"عجب یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کو بزرگ اور زیادہ تصور کرے اس حال میں کہ اپنے آپ سے راضی ہو خود کو خطاکار اور گنہگار نہ جانے بلکہ اپنے ایمان اور عمل صالح کی بنا پر خدا پر منت گزاری کرے۔

عجب سے دوچار معاشرہ کبھی بھی کمال تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تصور کرتا ہے کہ وہ تمام کمالات کو رکھتا ہے لہذا انہیں حاصل کرنے کی سعی و کوشش بھی نہیں کرتا جیسا کہ امام علی فرماتے ہیں :

الاِعْجابُ یَمْنَعُ الاِزْدِیادَ(۱۶ (

خودپسندی زیادہ عمل سے روکتی ہے

عجب اور خود بینی کا کمال یہ ہے کہ یہ صفت رذیلہ انسان کو حق اور حقیقت سے دور کر دیتی ہے در حقیقت اگر انسان اپنی ابتداء وانتہا پر ذرا بھی غور کرے تو اس کے پاس عجب اور خود بینی کرنے کا کوئی بہانہ نہیں رہ جاتا ہے جیسا کہ حضرت فرماتے ہیں :

مالِابْنِ آدَمَ وَالفخرِ اَوَّلُہ نُطْفَةٌ وَآخِرُہ جیفَةٌ وَلایَرْزُقُ نَفْسَہ وَلایَدْفَعُ حَتْفَہ (۱۷ (

آخر فرزند حضرت آدم کا فخر و مباہات سے کیا تعلق ہے جب کہ اس کی ابتداء نطفہ سے اور انتہا مردار، وہ نہ اپنی روزی کا اختیار رکھتا ہے اور نہ اپنی موت کو ٹال سکتا ہے

اب اگر انسان چاہتا ہے کہ خود اپنا امتحان کرے اور یہ دیکھے کہ وہ عجب کے مرض میں مبتلا ہے یا نہیں تو اسے چاہیے کہ وہ اس بات پر توجہ دے کہ وہ دوسروں کے لئے احترام کا قائل ہے یا نہیں اگر وہ صرف اپنی ذات کے بارے میں سوچتا ہے اور دوسروں کی عزت اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے تو یقینا وہ اس مہلک مرض میں مبتلا ہے اور اسے علاج کی فکر کرنی چاہیے۔

۳ (غیبت :

غیبت ایک ایسی عام وبا ہے جو کم و بیش ہر معاشرہ اور سوسائٹی میں نظر آتی ہے غیبت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اس کا ذکر اس طرح کرے کہ اگر اسے معلوم ہو جائے تو وہ ناراض ہو

حضرت علی کی نظر میں غیبت کرنے والا مجبور و ناتوان ہے

اَلْغیبَةُ جُھدُالْعاجِزِ(۱۸ (

غیبت کرنا کمزور آدمی کی آخری کوشش ہوتی ہے

غیبت کرنے والا جب خود اس مقام اور مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا تو وہ غیبت کا سہارا لیتا ہے فقہ جعفری کے اعتبار سے جس طرح غیبت کرنا حرام ہے اسی طرح غیبت کا سننا بھی حرام ہے لہذا ایک سالم اور مثالی معاشرہ صرف اسی وقت تشکیل پا سکتا ہے جب اس میں نہ کسی کی غیبت کی جائے اور نہ کسی کی غیبت سنی جائے۔

٤ (حسد :

ایک پاک صاف اور مثالی معاشرہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ حسد کی بیماری سے منزہ ہو کیونکہ حسد جہاں دنیا میں انسان کو کمال حاصل کرنے سے روکتا ہے وہیں آخرت میں بھی عذاب کا باعث ہوتا ہے۔ حسد کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے دل میں یہ آرزو ہو کہ جو نعمتیں پروردگار عالم نے اس کے مسلمان بھائی کو عطا کی ہیں وہ اس سے سلب ہو جائیں حسد کرنے والا شخص خود اپنی ہی جلائی ہوئی آگ میں جلتا ہے اس طرح وہ اپنی صحت اور اپنا آرام سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں

صِحَّۃُ الْجَسَدِ مِنْ قِلَّۃِ الْحَسَدِ (١٩ (

بدن کی صحت کا ایک ذریعہ حسد کی قلت بھی ہے

اور دوسری جگہ آپ ارشاد فرماتے ہیں :

اَلْعَجَبُ لِغَفْلَۃِ الْحُسَّادِ عَنْ سَلامَۃِ الاَجْسادِ (٢٠ (

حیرت کی بات یہ ہے کہ حسد کرنے والے جسموں کی سلامتی پر حسد کیوں نہیں کرتے ؟(دولت مند کی دولت سے حسد ہوتا ہے اور مزدور کی صحت سے حسد نہیں ہوتا حالانکہ یہ اس سے بڑی نعمت ہے (

٥ (جھوٹ :

ایک مثالی معاشرہ کے لئے ضروری ہے کہ اس میں لوگ ایک دوسرے پر اعتماد اور یقین کرتے ہوں یہ یقین اور اعتماد بغیر صداقت کے حاصل نہیں ہو سکتا جس معاشرہ میں جھوٹ کا بول بالا ہو وہاں کوئی بھی ایک دوسرے کی بات پر یقین نہیں کرے گا اسلامی روایات میں مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت ارشاد فرماتے ہیں :

لایَجِدُ العَبدُ طَعمَ الاِیمان حَتّٰی یترُکَ الکِذبَ ہزْلہ وَجِدَّہ(۱۲ (

کوئی بھی بندہ ایمان کے مزے کو اس وقت تک نہیں چکھ سکتا جب تک وہ جھوٹ سے دست بردار نہیں ہو جائے چاہے وہ مذاق میں ہو یا واقعی طور پر۔

خاتمہ :

یہاں تک ہم نے ان اسباب و موانع کا تذکرہ کیا جس پر عمل پیرا ہو کر اور رذائل سے دوری اختیار کر کے ہم اس دنیا میں ایک مثالی اور گناہوں سے پاک زندگی گزار سکتے ہیں۔

نہج البلاغہ کی نگاہ میں انسان اس دنیا کے لئے خلق نہیں ہوا ہے بلکہ انسان کی تخلیق آخرت کے لئے ہوئی ہے دنیا صرف عمل کی جگہ ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارے پاس اس دنیا کے علاوہ کوئی دوسری جگہ بھی نہیں ہے جہاں رہ کر ہم کمال و سعادت کی منزلوں کو طے کرتے ہوئے ایک مثالی زندگی گزار سکیں اسی کے ساتھ ہمیں یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہمیں صرف یہی ایک زندگی ملی ہے اب ایسا ہرگز نہیں ہے کہ ہمیں دوبار زندگی ملنا ہے جس میں ایک بار ہم صرف تجربہ کرتے رہیں کہ کون سی چیز فائدہ منداور کون سی چیز نقصان دہ ہے اور دوسری مرتبہ عمل کریں۔ بلکہ اسی زندگی میں ہمیں اپنے بزرگوں کی زندگی سے تجربہ حاصل کرنا چاہیے اور اہل بیت علیہم السلام کی ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگی گزارنا چاہیے کیونکہ صرف یہی حضرات اس دنیا میں گناہوں سے پاک اور مثالی لوگ تھے اور صرف انہیں حضرات کی زندگی ہمارے لئے مثال اور نمونہ عمل ہو سکتی ہے۔

آخر میں ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس دنیا میں پاک و پاکیزہ اور مثالی زندگی گزار کر ہم نے نہ فقط اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ کر لیا اور اپنی آخرت کے لئے سامان فراہم کر لیا بلکہ ہم نے اپنے معاشرہ کی بھی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے کیونکہ معاشرہ ہم ہی لوگوں سے تشکیل پاتا ہے اور ہم بھی اسی معاشرے کی ایک فرد اور کڑی ہیں لہذا اگر ہم مثالی بن گئے تو ہمارا معاشرہ خود بخود ایک مثالی معاشرہ بن جائے گا اور یہ وہ معاشرہ ہو گا جس سے ہمارا خدا، رسول اور ہمارے آئمہ معصومین علیہم السلام بھی راضی ہوں گے(انشاءاللہ) ۔

حوالہ جات

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۸۲ ، ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۲۔ نہج البلاغہ، حکمت ۱۵۳ ،ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۳۔ نہج البلاغہ، حکمت ۱۸۹ ،ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

٤۔ قرآن کریم

٥۔ فروع کافی،ج٥ ،ص٦۳

٦۔ قرآن مجید سورہ منافقون آیہ ۸

۷۔ فروع کافی،ج٥ ،ص٦۳

۸۔ تاریخ طبری،ج٦ ،ص۲۳٥ ،ومقتل الحسین مقرم،ص۲٤۷

۹ ۔ نہج البلاغہ، حکمت ۲ ،ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۹۔ نہج البلاغہ مکتوب ٤۲ ،ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۱۰۔ نہج البلاغہ مکتوب ٤۱ ،ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۱۱۔ بحار الانوار،ج۷۷ ،ص۲۷۳

۱۲۔ نہج البلاغہ، حکمت ٤٦۳ ،ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۱۳۔ نہج البلاغہ خطبہ ۱۱۳ ،ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۱٤ نہج البلاغہ خطبہ ۲۰۳ ،ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۱٥۔ نہج البلاغہ مکتوب ۳۱ ،ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۱٦۔ نہج البلاغہ، حکمت ۱٦۷ ،ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۱۷۔ نہج البلاغہ، حکمت ۲٥٤ ،ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۱۸۔ نہج البلاغہ، حکمت ٤٦١ ، ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۱۹۔ نہج البلاغہ، حکمت ٢٥٦ ، ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۲۰۔ نہج البلاغہ حکمت، ٢٢٥ ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی

۲۱۔ مجتبوی، سید جمال الدین، ترجمہ کتاب جامع السعادات ج ٢ ص ٤٢٧

احادیث میں کس اجتہاد کی مذمت ہے

حجۃ الاسلام سید مختار حسین جعفری

اسلام دین حیات، دستور حیات اور آئین حیات بخش ہے چونکہ یہ انسان کے لیے ہے تو منطقی طور پر اس کا تصور انسان کے وجود کے تصور سے پہلے ہونا چاہیے۔

الٰہی دین تو ایک ہی ہے، باقی ادیان انسانی ذہنوں کی اختراع ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا ایک ہے اور انسان کا بستر حیات ایک ہے، اور پہلے انسان سے لے کر آخری انسان تک سب کی ضرورتیں ملتی جلتی ہیں۔

یہ حیات بخش دین انسانی زندگی کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہے آدم سے خاتم تک اس نے انسانوں کو چلایا ہے اور خاتم سے لے کر آج تک چلاتا آرہا ہے اور اب سے لے کر روئے زمین پر جب تک انسان باقی رہے گا یہ اس کو چلاتا رہے گا۔

یہ آئین حیات بخش مختلف آسمانی کتابوں میں رہا ہے اور خدا کے مختلف نمایندوں نے اپنے اپنے دور میں بلسان قومہ اس کی تبلیغ و تشریح کا کام کیا ہے اور ہر دور میں اس کا اپنا ایک نام رہا ہے مگر نام بدلنے سے یا تشریح کا طریقہ اور اس کی زبان مختلف ہونے سے دین آئین نہیں بدلا کرتا۔

خاتم النبیین کے دور میں اس کا نام " اسلام " پڑا جو کوئی نیا نام نہیں تھا بلکہ گذشتہ امتیں بھی اس نام سے آشنا رہی ہیں جس کے شواہد قرآن میں موجود ہیں اور اہل فن مراجعہ فرما سکتے ہیں۔

جس طرح ہر نبی نے جب اس آئین کو پیش کیا تو اس کی تشریح کے لیے مختلف نظریے اور متعدد مکاتب فکر وجود میں آتے گئے۔

اسی طرح جب ہمارے نبی مکرم، نبی رحمت ومغفرت نے اس کو پیش کیا اور غدیر خم کے میدان میں اس کی رسالت کو پایہ تکمیل تک پہونچا دیا۔ اور اس شہر علم میں داخل ہونے کے لیے ایک دروازہ مقرر کر دیا اور فرمایا، " انا مدینۃ العلم وعلی بابھا "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ اور یہ کام اس لیے کیا گیا کہ انسان کو حقیقت تک پہونچنے میں آسانی رہے۔ تو امت میں اس کی تشریح کے سلسلے میں اختلاف ہوا۔

لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی کسی بڑے آدمی کے اطوار، آداب حیات، نظریات وافکار اور عقاید واعمال کے بارے میں اختلاف ہوتا ہے، تو لوگ اس کے گھر والوں کو ڈھونڈ کر ان سے اصلیت وحقیقت تک پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں ، مگر مسلمانوں نے اس منطقی طریقے کو بھی نہیں اپنایا، ورنہ اگر اہلبیت کی طرف رجوع کیا جاتا تو ہر گز اختلاف نہ ہوتا۔

"تشریح دین کی کیفیت"

سرکار دوعالم کی حیات مبارکہ میں یہ کام آسان تھا چونکہ ہر ایک کا فرض تھا کہ وہ آنحضورؐ سے پوچھے اور عمل کرے۔ اختلاف حضورؐ کے بعد اس وقت سامنے آیا کہ جب کچھ لوگوں نے دین کے مرکزی واصلی ماخذ ومحور کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا، چونکہ پیغمبرؐ نے اپنے بعد دین کی تشریح کے لیے قرآن واہلبیت کو چھوڑا تھا، مگر لوگوں نے بظاہر قرآن کو اپنایا اور اہلبیت کو چھوڑ دیا اور کہا کہ، "حسبنا کتاب اللہ" ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ لیکن کتاب خدا چونکہ خود تو بولتی نہیں بلکہ وہ تو اہلبیت کی زبان بولتی ہے اور اہلبیت کے پاس جانا امت کو گوارا نہیں ہوا۔ لہذا دین کی تشریح کے سلسلے میں امت سر گردانی کے بھنور میں پھنستی چلی گئی اور دین کے اصلی وواقعی احکام دریافت کرنے کا اس کے پاس کوئی طریقہ ہی نہیں رہا۔

"سنت کی نامکمل تشریح"

سنت کی مکمل تشریح تو ہے۔ قول معصوم، فعل معصوم، اور تقریر معصوم۔ لیکن امت چونکہ اہلبیت کو چھوڑ چکی تھی اور ان کے پاس کوئی معصوم بچا ہی نہیں تھا لہذا انہوں نے سنت کے دائرہ کار کو محدود کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ سنت سے مراد، قول نبی، فعل نبی، اور تقریر نبی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیغمبر کی آنکھ بند ہوتے ہی کچھ لوگوں نے امت مسلمہ کو، " عصر نص" سے محروم کر دیا۔

پیغمبر ﷺ کے زمانے میں ہی ایک اسلامی حکومت وجود میں آچکی تھی اور آنحضور ﷺ نے اپنے بعد اس کی دینی و مذہبی و سیاسی قیادت کو اپنے اہلبیت میں متمرکز فرمادیا تھا، جن کا کام دین کی تشریح کرکے اسلامی معاشرے کی ضرورتوں کو پورا کرنا تھا، اور اہلبیت چونکہ مکتب وحی و رسالت کے پروردہ اور تحصیل کردہ تھے لہذا انہیں دین کے ہر خشک و ترکا علم تھا اور قرآن کے ظاہر و باطل پر انہیں مکمل دسترسی تھی۔ تو اگر دین کی تشریح و تبلیغ و ترویج کا کام ان پر چھوڑ دیا جاتا تو امت گمراہی کا شکار نہ ہوتی چونکہ ان کا ہر قول و فعل و عمل بالکل اسی طرح نص تھا جس طرح پیغمبر ﷺ کا قول و فعل و عمل نص تھا۔

پس اہلبیت کے ماننے والوں کے لیے باب نص کھلا تھا۔ لہذا ان کے لیے دین کے احکام دریافت کرنا آسان تھا۔ لیکن جن لوگوں نے اہلبیت کا دامن چھوڑ دیا ان کے لیے دین کو سمجھنا مشکل ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں انہوں نے دین کو سمجھنے کے لیے، قیاس، اجتہاد، استحسان جیسی من گھڑت اصطلاحوں کا سہارا لینا شروع کر دیا۔

"نص کے مقابلہ میں اجتہاد"

یہ گھناؤنا فعل ان لوگوں نے انجام دینا شروع کیا کہ جنہوں نے " اہل ذکر" یعنی اہلبیت سے پوچھنا چھوڑ دیا تھا، ان لوگوں نے اپنی ذاتی رائے سے دین کے مسائل کو حل کرنا شروع کیا، جہاں کہیں بھی کتاب و سنت سے کوئی نص موجود نہیں ہوتی تھی، وہاں کبھی تو وہ اپنی پسند سے کام چلاتے تھے کہ جس کا نام استحسان رکھا گیا، اور کبھی اپنی ذاتی رائے کو دین میں داخل کرتے تھے کہ جس کا نام اجتہاد رکھا گیا۔ پس یہ اجتہاد وہ ہے کہ جس کا کتاب و سنت اور دین سے کوئی واسطہ نہیں تھا بلکہ مکتب اہل سنت میں کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ اس کو دینی احکام کے دریافت کرنے کا ایک مستقل اور تیسرا ماخذ قرار دے دیا گیا۔ جس کا کوئی قاعدہ نہیں کوئی ضابطہ نہیں کوئی دائرہ نہیں۔ مجتہد جب چاہے اجتہاد کر سکتا ہے، اور اپنی بڑی سے بڑی غلطی کو خطائے اجتہادی کا نام دے کر بری الذمہ ہو سکتا ہے۔ اسلام میں اس اجتہاد یا اپنی ذاتی رائے کی دخل اندازی پیغمبر ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی شروع ہو گئی تھی، اور آنحضور ﷺ نے اس کی شدید مذمت بھی کی تھی، اور قرآن کریم نے بھی واضح طور پر اعلان کر دیا تھا کہ جب خدا اور سول کسی چیز کا

فیصلہ کر دیں تواس پر چون وچرا کرنے کا کسی کو حق نہیں پہونچتا، لیکن بعض لوگوں نے صلح حدیبیہ اور جیش اسامہ جیسے مواقع پر اپنی ذاتی رائے پر عمل کیا جو نص کے مقابلہ میں اجتہاد تھا،اور پیغمبرؐ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد تو قدم قدم پر اس طرح کا اجتہاد ہونے لگا۔ مثلاً صفین میں ہزاروں مسلمانوں کے خون کے ذمہ دار کو یہ کہہ کر بری کر دیا گیا کہ وہ اس کی خطائے اجتہادی تھی۔

یاد رکھیے کہ مذکورہ بالا اجتہاد ہی وہ اجتہاد ہے کہ خدا اور سول نے بھی جس کی مذمت کی ہے اور ائمہ اہلبیت کی احادیث میں بھی اس کی سخت مذمت کی گئی ہے۔اور اس طرح کے اجتہاد کی شیعت میں اور مکتب اہلبیت کے ماننے والوں کے یہاں نہ کسی دور میں گنجائش تھی اور نہ آج کے دور میں اس کی کوئی گنجائش ہے۔

چنانچہ ہمارے علمائے متقدمین نے جس اجتہاد کی مخالفت کی ہے اور اس کی شدید مذمت کی ہے وہ اسی نوعیت کا اجتہاد ہے کہ جس کی بنیاد کتاب وسنت اور اجماع وعقل نہیں۔یعنی وہ کتاب وسنت اور اجماع وعقل سے دین کے احکام کو دریافت کرنے کے لیے ذریعہ نہیں ہے بلکہ اہل سنت کے نزدیک دین کے احکام کو دریافت کرنے کا ایک مستقل اور جداگانہ ذریعہ ہے جو سراسر بدعت ہے۔

"فقہ اہل سنت اور اجتہاد"

فقہ اہل سنت کے بڑے بڑے مدارس کہ جن میں سر فہرست مدرسہ ابو حنیفہ تھا نے اس اجتہاد کی بڑے زور وشور سے طرفداری کی اور فہم احکام ومسائل شریعت کے لیے اسے اپنا مشکل کشا بنالیا اور وہ بھی ایسا مشکل کشا کہ جس کے سامنے کوئی مشکل مشکل ہی نہیں تھی وہ اس کے ذریعے جب چاہتے ظالم کو بری کر دیتے تھے اور گنہگاروں کو خطائے اجتہادی کی سرٹیفکیٹ دے کر صاف بچا لیتے تھے۔

"تاریخ لفظ اجتہاد پر ایک نظر"

ٹھیک اسی وقت جب ائمہ اہل سنت اور خاص طور پر امام ابو حنیفہ کے طرفدار لفظ اجتہاد کو مصدر احکام کے طور پر استعمال کر رہے تھے ائمہ اہلبیت اور ان کے طرفدار فقہاء کی طرف سے اس معنی میں اجتہاد کی سخت مخالفت ہو رہی تھی، مخالفت کا یہ سلسلہ ساتویں صدی ہجری کے اوائل تک جاری رہا چنانچہ اس وقت تک ائمہ اہلبیت کے ماننے والے فقہاء کے نزدیک یہ لفظ ایک

ناپسندیدہ اور مکروہ لفظ تھا اور اہلبیت سے منقول روایات میں جس اجتہاد کی مذمت کی گئی ہے وہ وہی اجتہاد تھا جو فقہائے اہل سنت کے نزدیک کتاب وسنت کی طرح فقہی احکام کا ایک مستقل مصدر وماخذ تھا۔

نجاشی نے اپنی رجال میں تین کتابوں کا ذکر کیا ہے جو مذکورہ اجتہاد کی رد میں لکھی گئی تھیں، ایک کے مصنف عبداللہ بن عبدالرحمٰن الزبیری ہیں، اور کتاب کا نام ہے، " الاستفادہ فی الطعون علی الاوائل والرد علی اصحاب الاجتہاد والقیاس" اور دوسری کتاب کے مصنف ہیں ہلال بن ابراہیم بن ابی الفتح مدنی، اور کتاب کا نام ہے، " الرد علی من رد آثار الرسول واعتمد علی نتائج العقول" تیسری کتاب غیبت صغریٰ یا اس سے فوراً بعد کے دور میں لکھی گئی جس کے مصنف ہیں، " اسماعیل بن علی بن اسحاق بن ابی سہل لو بختی" اور کتاب کا نام ہے، " الرد علی عیسیٰ بن آبان فی الاجتہاد" غیبت صغریٰ کے بعد چھوتھی صدی ہجری میں شیخ صدوق نے بھی اس نوعیت کے اجتہاد کی مذمت کرتے ہوئے حضرت موسیٰ وخضر کے قصے کو بعنوان مثال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ، " جب موسیٰ جیسا صاحب عزم پیغمبر کمال عقل وفضل کے باوجود اپنے اجتہاد اور استنباط کے ذریعے خضر کے افعال کی تہہ تک نہیں پہونچ سکا تو پھر کسی اور کی کیا مجال ہے؟ اور جب انبیا کے لیے اپنے ذاتی اجتہاد سے احکام کو دریافت کرنا جائز نہیں ہے تو غیر نبی کے لیے کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ جس کی عقل بھی ناقص ہوتی ہے۔

٤ ھ کے اواخر میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اہل سنت کے اس فقہی مبدا کی رد میں باقاعدہ کتاب لکھی جس کا نام، رکھا، " الرد علی ابن الجنید فی اجتہاد الرای" سید مرتضیٰ نے پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں اپنی کتاب "الذریعہ" اور "الانتصار" میں اہل سنت کے اجتہاد کی مذمت کی ہے اور شیعوں کو اس سے بری قرار دیا ہے۔

پانچویں صدی کے اواسط میں شیخ طوسی نے اپنی کتاب، "العدۃ" میں شریعت میں اجتہاد اور قیاس کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے۔

چھٹی صدی کے اواخر میں ابن ادریس نے قیاس، استحسان اور اجتہاد کو باطل قرار دیا ہے۔

ساتویں صدی کے اوائل تک مذمتوں کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ جس اجتہاد کی مذمت کی گئی اور جس کے استعمال کو حرام قرار دیا گیا اور جسے باطل قرار دیا گیا وہ قیاس اور استحسان کی طرح فقہائے اہل سنت کا، احکام دریافت کرنے کا ایک مصدر وماخذ تھا۔ جس کی کوئی بنیاد نہیں تھی بلکہ وہ خود ایک بنیاد تھا۔ اس کی کوئی دلیل نہیں تھی بلکہ وہ خود ایک دلیل تھا، چنانچہ جب کسی سنی فقیہہ سے پوچھا جاتا تھا کہ فلاں مسئلہ میں آپ کی دلیل کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ نہیں ہوتا تھا کہ فلاں آیت یا فلاں روایت

میری دلیل ہے بلکہ وہ کہتا تھا یہ میرا اجتہاد ہے" تو دیکھا آپ نے کہ ان لوگوں نے اجتہاد کو قرآن و سنت کی طرح منبع احکام تصور کر لیا تھا۔

جبکہ شیعہ فقہاء کے نزدیک لفظ اجتہاد ایک علمی اصطلاح ہے جس کا مطلب قرآن، سنت، اجماع و عقل سے اجتہاد یعنی تلاش کوشش اور جستجو کے ذریعے احکام کو دریافت کرنا ہے، شیعہ فقیہ کسی بھی مسئلہ کے جواب میں ہر گز یہ نہیں کہتا ہے کہ یہ میرا اجتہاد ہے یا یہ میری ذاتی رائے ہے بلکہ وہ قرآن و سنت یا اجماع یا عقل کا حوالہ دیتا ہے۔ شیعوں کے نزدیک اجتہاد ایک مستقل منبع و مآخذ نہیں ہے کہ جس سے احکام دریافت کیے جائیں، بلکہ ان کے نزدیک منابع احکام، قرآن، سنت، اجماع و عقل ہیں، اور ان کی روشنی میں احکام کو دریافت کرنے میں جو کوشش صرف ہوتی ہے اس کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔

اگر شیخ صدوق، شیخ مفید، سید مرتضیٰ، اور شیخ طوسی نے اجتہاد کی مذمت کی ہے تو یہ وہی اجتہاد ہے کہ جس کو فقہائے اہل سنت مآخذ احکام کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ یہ وہ اجتہاد نہیں ہے کہ جسے شیعہ فقہاء غیبت صغری کے بعد سے لے کر آج تک ادلہ اربعہ اور اصول عملیہ سے احکام کے دریافت کرنے کا ذریعہ بناتے چلے آرہے ہیں۔

چنانچہ ہمارے یہاں مجتہد اس کو کہا جاتا ہے جو قرآن و سنت اور اجماع و عقل سے اپنی علمی جد و جہد صرف کر کے احکام کو دریافت کرے، ایسے مجتہد کی شیعہ مذہب میں کوئی گنجائش نہیں ہے کہ جو ادلہ اربعہ کے فقدان کی صورت میں اپنی ذاتی رائے کو استعمال کر کے احکام کو دریافت کرے۔

بہر کیف اگر کوئی شخص یہ بہانہ بنا کر تقلید سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے کہ احادیث میں اجتہاد کی مذمت کی گئی ہے تو وہ یہ جان لے کہ جس اجتہاد کی مذمت کی گئی ہے اور شیعہ فقہاء نے جس کو قابل نفرت جانا ہے یہ وہ اجتہاد تھا جس کو سنی فقہاء جیسے ابو حنیفہ اور اس کے ہم مکتبوں نے قرآن و سنت اور اہلبیت کو چھوڑ کر شرعی احکام معلوم کرنے کا ذریعہ بنا لیا تھا۔ اور مکتب اہلبیت کے مقابلہ میں ایک بے بنیاد اور خود ساختہ اجتہادی مکتب کی بنیاد ڈالی تھی۔

ایسے اجتہاد کو بہانہ بنا کر اگر کوئی تقلید سے دامن چھڑانا چاہتا ہے تو اس کے سامنے صرف دو ہی راستے بچتے ہیں، یا وہ خود مجتہد ہو جائے یا اجتہاد پر عمل کرے۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے اس لیے کہ شیعوں کے یہاں عصر نص کے بعد بلا فاصلہ اجتہاد و تقلید کا

زمانہ شروع ہو گیا تھا، شیعیت کی تاریخ میں ایسا کوئی دور نہیں گذرا ہے کہ جس میں اخباریت کی کوئی گنجائش رہی ہو۔ اور آج کے دور میں تو اخباریت پر عمل کرنا اور روایات سے ہر شخص کے لیے احکام کو دریافت کر کے ان پر کاربند ہونا محال ہے۔

روایات کے انبار سے صحیح و غلط میں فرق پیدا کرنا صرف مجتہد کا کام ہے، ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں ہے، اخباریت کا پرچار کرنے والے یہ جان لیں کہ وہ اپنے آپ کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں اور قوم کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ اگر کسی کو تقلید سے نفرت ہے تو کوئی بات نہیں لیکن اس کے متبادل اجتہاد یا احتیاط ہے اخباریت نہیں ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدی

حضرت امام حسین علیہ السلام کا انقلاب

سید عابد حسین جعفری

امام حسین علیہ السلام نے مسلمانوں کی کرامت و شرافت کو پلٹانے اور ان کو امویوں کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لیے یزید کے خلاف ایک بہت بڑا انقلاب برپا کیا آپ نے اپنے اغراض و مقاصد کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: انی لم اخرج ۔۔۔۔۔۔ میں سرکشی، طغیان، ظلم و فساد کے لیے نہیں نکلا بلکہ میں اپنے نانا کی امت میں اصلاح کے لیے نکلا ہوں میں امر با لمعروف اور نھی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں میں اپنے نانا و بابا کی روش پر چلتا ہوں۔

امام حسین (ع) نے اپنا انقلاب اس لیے جاری رکھا تا کہ اپنے علاقوں میں اصلاحی اقدامات کی بنیاد رکھیں، لوگوں کے مابین معاشرے میں حق کا بول بالا ہو، اور خوف ناک منفی پہلو ختم ہو جائے۔

جب امام حسین (ع) نے حجاز کو چھوڑ کر عراق کا قصد کیا تو لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا بیت اللہ الحرام میں خلق کثیر جمع ہو گئی آپ نے ان کے درمیان ایک جاویدانہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس کے چند جملے یہ ہیں :۔الحمد للہ و ماشاءاللہ ۔۔۔۔۔ تمام تعریفیں خدا کے لیے ہیں ہر چیز مشیت الٰھی کے مطابق ہے خدا کی مرضی کے بغیر کوئی قوت نہیں خدا کا درود و سلام اپنے نبی (س) پر لوگوں کے لیے موت اسی طرح مقدر ہے جس طرح جوان عورت کے گلے میں ہار ہمیشہ رہتا ہے، مجھے اپنے آباؤاجداد سے ملنے کا اسی طرح شوق ہے جس طرح یعقوب یوسف سے ملنے کے لیے بیچین تھے، مجھے راہ خدا میں جان دینے کا اختیار دے دیا گیا ہے اور میں ایسا ہی کروں گا، میں دیکھ رہا ہوں کہ میدان کربلا میں میرا بدن پاش پاش کر دیا جائے گا۔ اور میری لاش کی بے حرمتی کی جائے گی، میں اس فیصلے پر راضی ہوں، خدا کی خشنودی ہم اہلبیت (ع) کی خشنودی ہے، ہم خدا کے امتحان پر صبر کریں گے خدا ہم کو صابرین کا اجر عطا فرمائے گا، رسول خدا سے آپ کے بدن کا ٹکڑا جدا نہیں ہو سکتا، بروز قیامت آپ کے بدن کے ٹکڑے اکٹھے کر دیے جائیں گے جن کی بنا پر آپ خوش ہوں گے اور ان کے ذریعے آپ کا وعدہ پورا ہو گا لھذا جو ہمارے ساتھ اپنی جان کی بازی لگانے کے لیے تیار ہو اور خدا سے ملاقات کے لیے آمادہ ہو وہ ہمارے ساتھ چلنے کے لیے تیار رہے کہ میں کل صبح روانہ ہو جاؤں گا : ہم نے اس سے فصیح و بلیغ خطبہ نہیں دیکھا امام نے شہادت کے ارادے کا اظہار فرمایا اللہ کی راہ میں زندگی کو کوئی اہمیت نہیں دی موت کا استقبال کیا۔ موت کو انسان کی زینت کے لیے اسکے گلے کے ہار کی زینت کے مانند قرار دیا، جو عام لڑکیوں کی گردن کی زینت

ہوتا ہے زمین کے اس خطے کا تعارف کرایا جہاں پر آپ کا وپاکیزہ خون بہے گا جس مقام پر تلواریں اور نیزے آپ کے جسم طاہر پر لگیں گے۔ جب صبح نمودار ہوئی امام حسین (ع) نے عراق کا رخ کیا آپ اپنی سواری کے ذریعے کربلا پہونچے آپ نے شہادت کے درجہ پر فائض ہونے کے لیے وہیں پر قیام کیا تا کہ آپ اپنے جد کے اس دین کو زندہ کر سکیں جسکو بنی امیہ کے سر پھرے بھیڑیوں نے مٹانے کی ٹھان رکھی تھی

امام حسین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ تم عذر خواہی سے پرہیز کرو بے شک مومن نہ برا کام کرتا اور نہ ہی عذر خواہی کرتا ہے اور منافق ہر روز برائی کرتا ہے اور عذر خواہی کرتا ہے۔

☆☆☆

اقوال امام خمینی

ملت اسلامیہ کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ بردباری واستقامت اور پیروی احکام اسلامی کے سایہ میں فتح و کامیابی ان کے قدم چومے گی۔

انقلاب ایران ایک ناوابستہ انقلاب ہے۔ یہ سرکاری، فوجی یا کسی مخصوص پارٹی کا انقلاب نہیں ہے یہ ایسا قومی انقلاب ہے ہے جس کی بنیاد اسلام ہے پس یہ اسلامی انقلاب ہے۔

تاریخ کے صفحات میں انبیاء علیھم السلام کے ہاتھوں رونما ہونے والے انقلابات کی مثال موجود ہے یہ انقلاب جملہ معاملات میں کسی سے وابستہ نہیں تھے یہ فقط وحی اور ذات تعالی سے وابستہ ہوتے ہیں۔

خداوند قہار کی مرضی سے آج پورے ملک میں ظالم کی شاہی حکومت کے خلاف آواز بلند ہو چکی ہے اور یہ آواز مزید بلند ہوتی رہے گی اور دور حاضر کے اس ضحاک سے انتقام لینے کے لیے عظیم المرتبت علماء کے کندھوں پر اسلام کا پرچم لہراتا ہوا نظر آئے گا۔

ملت اسلامیہ جسد واحد کی شکل میں قرآن کریم اور شریعت الٰھی کی حفاظت کرتے ہوئے اس اسلام دشمن حکومت اور اس کی رائج کردہ بدعنوانیوں کو نیست و نابود کردیگی۔

ہماری تحریک خالص مذہبی تحریک ہے اور اس کے معنوی اور روحانی اثرات نے دنیا کو حیرانی میں ڈال دیا ہے

امام رضا علیہ السلام کے حکیمانہ اقوال

۱۔ ہر شخص کا واقعی دوست اس کی عقل ہے اور اس کا واقعی دشمن اس کی جہالت ہے۔

۲۔ پروردگار تین چیزوں کو سخت ناپسند کرتا ہے: بے جا بحث و مباحثہ کرنے، مال کو ضائع کرنے کو اور زیادہ سوال کرنے کو۔

۳۔ ہم اہلبیت وعدہ کو ایک قرض سمجھتے ہیں اور اس کی ادائیگی کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

٤۔ ایک زمانہ آنے والا ہے جب عافیت کے نو حصّے گوشہ نشینی میں ہوں گے اور ایک حصّہ سکوت میں ہو گا۔

۵۔ جو انسان خدا کے مختصر رزق پر راضی ہو جاتا ہے، خدا اس کے مختصر عمل پر بھی راضی ہو جاتا ہے۔

٦۔ دنیا کے تمام مصائب میں سب سے بڑی مصیبت علماء کی موت ہے۔

۷۔ انسان خیر کے عالم میں ہو تو اسے مغرور نہیں ہونا چاہئے بلکہ پروردگار سے برابر دعا کرنی چاہئے کہ خدایا! اس خیر کو سلامت رکھنا اور اسے منزل تمام و کمال تک پہونچا دینا۔

۸۔ انسان کی شخصیت اس کی زبان میں پوشیدہ ہے، جب وہ گفتگو کرتا ہے اس وقت اس کی شخصیت نمایاں ہوتی ہے۔

۹۔ کام انجام دینے سے پہلے اس کے بارے میں غور وفکر کرنا تمہیں شر مندگی سے محفوظ رکھے گا۔

۱۰۔ برے وبدکار کی ہم نشینی نیک وصالح افراد سے بھی بد ظن کر دیتی ہے۔

۱۱۔ بندگان خدا پر ظلم وستم اور ان سے دشمنی بد ترین توشہ آخرت ہے۔

۱۲۔ جو شخص اپنی قدر ومنزلت کو پہچانتا ہے وہ ہر گز ہلاک نہیں ہوگا۔

۱۳۔ تحفہ دلوں سے کینہ ختم کر دیتا ہے۔

۱۴۔ جو مسلمان کے حق میں خیانت کرے وہ ہم سے نہیں ہے۔(مسند امام الرضّا، جلد یک(

آؤ قرآن سیکھیں

درس ھشتم

گزشتہ آٹھ درسوں میں اگر دیکھا جائے تو کسی حد تک ہم نے قرآنی معلومات حاصل کی ہیں۔ کچھ آیات کا ترجمہ کیا اور کچھ مشقیں لکھیں اور ہم یہ جان چکے ہیں کہ ہم قرآن کریم سے اپنی مطلوبہ آیت یا سورہ کو کس طرح تلاش کریں حقیقت میں زبان قرآن کو سمجھنے کے لیے کچھ کنجیاں ہوتی ہیں جو ہم پچھلے دروس میں بیان کر چکے ہیں اور ہر کنجی سے ہزاروں کلمات کے معانی کے دروازے

ہم پر کھل جائیں گے چنانچہ زبان قرآن کو سمجھنے کنجی سے ہم آشنا ہوئے پہلے معمول کے مطابق ہم ابتداء میں چند الفاظ کو یاد کریں گے۔

نئے الفاظ

شمارہ	الفاظ	معانی
۱	سبیل	راستہ
۲	سعی	تلاش وکوشش
۳	سمائ	آسمان
٤	سمیع	سننے والا
٥	سیئات	برے کام
٦	شجرۃ	درخت
۷	شرّ	برائی
۸	شمس	سورج
۹	قمر	چاند
۱۰	شئ	چیز
۱۱	صابرین	صبر کرنے والے لوگ
۱۲	صالحات	اچھے کام

۱۳	صالحین	نیک لوگ
١٤	صحف	کتابیں
۱۵	صراط مستقیم	سیدھا راستہ
١٦	صغیر	چھوٹا
۱۷	بعام	کھانا
۱۸	ظالمین	ستم کرنے والے لوگ
۱۹	عدو	دشمن
۲۰	عذاب النار	آگ کا عذاب

نئی آیتیں

درج ذیل ہر آیت کا ترجمہ اس کے نیچے لکھیں۔

۱۔ والشمس وضحاھا

....

۲۔ والقمر اذا تلاھا

....

۳۔ والنھار اذ جلاّھا

....

٤۔ والیل اذا یغشاھا

....

۵۔ والسماء وما بناها

....

٦۔ والارض وما طحاها

....

۷۔ ونفس وما سواها

....

۸۔ فألهمها فجورها وتقواها

....

زبان فارسی

درس نہم

پڑھیے اور تکرار کیجئے

من از هیچ کس نمی ترسم

میں کسی آدمی سے نہیں ڈرتا

من هرگز آقای احمد را فراموش نمیکنم

میں کبھی بھی جناب احمد صاحب کو نہیں بھولتا

سالهاست که او را ندیده ام

کئی سال سے میں نے ان کو نہیں دیکھا

در آن وقت که من در کلاس سوّم دبستان درس می خواندم آقای احمد معلم من بود۔

اس وقت کہ جب میں تیسری کلاس میں پڑھ رہا تھا تو جناب احمد صاحب میرے استاد تھے

آقای احمد در آن سال که معلم من بود چیزهای بسیاری به من یاد داد۔

جناب احمد صاحب جس سال میرے استاد تھے انھوں نے مجھے بہت ساری چیزیں بتائیں۔

کتاب شما کجا است ؟

آپ کی کتاب کہاں ہے ؟

کتاب شما نزد من است ؟

آپ کی کتاب میرے پاس ہے ؟

شما در کدام کلاس درس می خوانی ؟

آپ کون سی کلاس میں پڑھتے ہیں ؟

شما در کدام شهر متولد شدید ؟

آپ کون سے شہر میں پیدا ہوئے ہیں ؟

مشق

اردو میں ترجمہ کیجیے

این کتاب مال چه کسی است ؟

اسم شما چیہ؟

کتابی کہ در دست شما است مال من است

من ھر گز کمکھائی شما را فراموش نمی کنم

امروز ھوا خوب است

من بازار می روم

دوست شما کجاست

آیا امروز دوست شما می آید؟

شما در خانہ چہ کار می کنید؟

ذیل میں دیئے گئے الفاظ کے معنی یاد کریں

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
بستنی	آئس کریم	نمک	نمک
داستان	کہانی	سرود	گانا
روزنامہ	اخبار	مجلہ	مجلہ
مضر	نقصان دہ	مفید	فائدہ مند
ضعیف	کمزور	قوی	طاقت ور
نوشتن	لکھنا	شنیدن	سننا
پرسیدن	پوچھنا	ترسیدن	ڈرنا

فداکاری قربانی کمک	مدد
رفتار چال چلن تصادف	حادثہ
دروغ جھوٹ گذاشتن	رکھنا
ورزش کھیل دشوار	مشکل

مدرسہ علمیہ امام محمد باقر علیہ السلام ایک نگاہ میں

تعداد طلاب	:	٤٠
تعداد فارغ التحصیلان	:	٥٥
تعداد اساتید	:	٥
تعداد کارکنان	:	٤
تعداد طلاب مقیم در قم	:	١٢
تعداد امام جماعت	:	٩
تعداد خطیب و مبلغ	:	١٨

اھداف و مقاصد :☆نشر معارف اہلبیت (ع)

☆تعلیم و تربیت

☆جماعت وجمعہ کا قیام

☆ہر گھر تک دین کی روشنی پہنچانا

خصوصیات : ☆فارسی، عربی اور انگریزی سکھانا۔

☆انگریزی تعلیم کی اجازت

☆کمپیوٹر کی تعلیم

افتتاح : ۱۹۹۷

NAWA -E- ELM

THE TRANSLATOR OF MADRSA IMAM MOHAMMAD BAQER (E.S.)

(14)

شعبہ نشر و اشاعت

مدرسہ علمیہ امام محمد باقر علیہ السلام

حسین آباد گورسائی

پونچھ جموں و کشمیر

ہندوستان